غیر اسلامی ہندوستان میں اسلامی سیاست کا نقش اولین

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی

(تاسیس سے اقتدار تک)

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف بہار

دائرۃ المعارف الربانیۃ

جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

نام کتاب: بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی (تاسیس سے اقتدار تک)

نام مصنف: مفتی اختر امام عادل قاسمی

صفحات: ۱۲۷

سن اشاعت:- ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء

ناشر:- دائرۃ المعارف الربانیۃ جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

قیمت:- 250

ملنے کے پتے

☆ مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی منورواشریف، پوسٹ سوہما، ضلع سمستی پور بہار

848207 موبائل نمبر: 9473136822

☆ مکتبہ الامام، سی 212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابوالفضل پارٹ

۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی 25 موبائل نمبر: 9934082422

فہرست مندرجات

حرف آغاز

ایک زمانہ تک مسلمانوں نے اس ملک میں حکومت کی، پھر اپنی کمزرویوں اوردشمن کی عیاریوں کی بناپر انگریزوں کے جبرواستبداد کا شکار ہوئے اوربالآخر اس ملک کی صدیوں پرانی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا، اورہندستان برطانوی حکومت کا حصہ بن گیا، جس کا تسلط ۱۹۴۷ء میں ہندستان کی آزادی تک برقراررہا، اس دوراستعمار میں ایک مرد غیور حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجادؒ اوران کے رفقاء کار کی جدوجہد سے ایک مسلم پارٹی وجودمیں آئی، اورصوبۂ بہار میں ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی، جو خالص اسلامی اصول امن وانصاف پر مبنی تھی، گوکہ اس کا عرصہ بہت مختصر رہا، لیکن سیاست وحکمرانی میں اس نے ایسانقش قائم کیاجو تاریخ کی جبین پر ہمیشہ یادگاررہے گاان شاءاللہ۔

مگر آج کے دورمیں تاریخ کایہ روشن باب گردآلودہوتاجارہاہے اورآج کی نسل اس شاندار تاریخ کو فراموش کرتی جارہی ہے، میں نے حیات ابوالمحاسن میں مستقل اس کے لئے ایک باب قائم کرکے اس موضوع کی تمام تفصیلات جمع کردی ہیں، مگر کتنوں کو توفیق ہوگی کہ وہ اس کا مطالعہ کریں، اس باب کی اہمیت کے پیش نظر بعض احباب کا تقاضاہواکہ اس کو مستقل کتابی صورت میں شائع کیاجائے ،اس لئے اب یہ مستقل کتاب کی صورت میں پیش کی جارہی ہے، اللہ پاک اس کو قبول فرمائے آمین

اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منوروا شریف بہار

۱۶/ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۳/ ستمبر ۲۰۲۳ء بروزاتوار

اسلامی سیاست— حکم شرعی اور خط و خال

اسلام ایک کامل دین اور مکمل نظام حیات کا نام ہے، سیاست بھی اس کا ایک اہم ترین حصہ ہے۔

قرآن کے نزدیک سیاست وسیلۂ خیر ہے

سیاست اسلام میں ممنوع نہیں ہے، بلکہ مقاصد اسلام کے حصول میں معاون ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ *الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُاالزَّكَاةَوَأَمَرُوابِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْاعَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ[1]

ترجمہ :اللہ پاک ان لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کریں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے، اور وہ لوگ جن کی مدد اللہ کرے گا اگر ہم ان کو زمین پر قابض بنادیں تو وہ نمازیں قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور اچھے کاموں کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے منع کریں گے اور تمام کاموں کا انجام و مآل اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

ظاہر ہے کہ تمکین فی الارض (حکمرانی) سیاست ہی کا ایک جزو ہے، اس آیت کریمہ میں قرآن نے تمکین کو اقامت دین کے لئے معاون قرار دیا ہے۔

سیاست بھی کار نبوت کا حصہ ہے

سیاست انبیاء کے طریق کار کا حصہ رہی ہے، بنی اسرائیل میں امتوں کی دینی قیادت کے ساتھ سیاسی قیادت بھی انبیاء ہی کرتے تھے، حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

-----حواشی-----

1 -سورۃ الحج ۴۰،۴۱

فرمایا:

كَانَتْ بَنُوإِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَاهَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ[2]

حضرت یوسفؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ اور حضرت موسیٰؑ وغیرہ پیغمبروں نے سیاسی حکمرانی کی جو تاریخ رقم کی اس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی موجود ہے:

☆حضرت یوسفؑ کے بارے میں ارشاد ہے:

وَكَذَلِكَ مَكَّنَّالِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُمِنْهَاحَيْثُ يَشَاءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَانُضِيعُ أَجْرَالْمُحْسِنِينَ[3]

☆حضرت داوٗدؑ کے بارے میں فرمایا گیا:

يَادَاوُودُإِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَاتَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌبِمَانَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ[4]

☆حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے بنی اسرائیل کی حوالگی کا مطالبہ ان الفاظ میں کیا:

أَنْ أَدُّواإِلَيَّ عِبَادَاللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ[5]

ترجمہ :اے فرعون اور فرعونی حکومت کے ارباب حل وعقد!خداکے بندوں کومیرے حوالے کردو ، کیونکہ میں خداکا بھیجاہوا ہوں،اور میں ہی ان خداکے بندوں کاامین ہوں ان کی نگرانی کامیں مستحق ہوں"

☆حضرت یوسفؑ بھی اپنی مرضی سے حکومت میں حصہ دار ہوئے تھے:

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ

-----حواشی---

[2] -الجامع الصحيح المختصرج ٣ ص ١٢٧٣حديث نمبر:٣٢٦٨المؤلف:محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر:دارابن كثير،اليمامة-بيروت الطبعة الثالثة،1407-1987 تحقيق:د.مصطفى ديب البغاأستاذالحديث وعلومه في كلية الشريعة-جامعة دمشق عدد الأجزاء6-

[3] -سورة يوسف :٥٦۔

[4] -ص :٢٦

[5] -سورة الدخان :١٨

لَدَيْنَامَكِينٌ أَمِينٌقَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ[6]

☆حضرت سلیمانؑ نے بھی رب العالمین سے خود یہ حکومت طلب فرمائی تھی:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًالَايَنْبَغِي لِأَحَدٍمِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ[7]

حقیقی سیاست

دراصل موجودہ حالات میں سیاست کااصل تصورلوگوں کے ذہنوں سے دھندلا گیا ہے،سیاست مکر وفریب،کذب وظلم اور موقعہ پرستی کانام نہیں ہے،سیاست رعایاکے حقوق ومفادات کے تحفظ کے لئے انتظام مملکت کانام ہے،یہی سیاست عادلہ ہے،اورانبیاء کی سیاست اسی قسم کی تھی،اگرکسی سیاست میں انسانی حقوق اور خدائی حدود کی رعایت ملحوظ نہ رہ سکے تووہ سیاست ظالمہ ہے ،انبیاء اور علماء کی سیاست کواس سے کوئی واسطہ نہیں،علامہ شامیؒ نے اس پر بہت تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے:[8]

سیاست کی صحیح تعریف یہ ہے کہ ایک بڑے اسلامی مفکر حضرت مولاناابوالمحاسن سید محمد سجاد بہاریؒ کے الفاظ میں:

"اقوام وحکومتوں کے اندرونی احوال اور باہمی تعلقات کے اسلوب اور مصالح کاعلم اوران کی نگہداشت کانام سیاست ہے"[9]

اس روشنی میں حقیقی سیاست خارج ازدین نہیں بلکہ عین دین ہے،یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ،خلفاءراشدین اور بہت سے صحابہ کرامؓ نے سیاست میں حصہ لیا،اوردنیاامن وانصاف سے معمور ہوگئی جس کی تفصیلات تاریخ کے صفحات پر موجودہیں۔

-----حواشی---

[6] -سورة يوسف ۵۴، ۵۵۔

[7] -سورة ص :۳۵۔

[8] -حاشية رد المختار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار فقه أبو حنيفة ج ۴ ص ۱۵ابن عابدين.الناشر دار الفكر للطباعة والنشر.سنة النشر 1421هـ – 2000م. مكان النشر بيروت،عدد الأجزاء 8

[9] -خطبۂ صدارت مرادآبادص۴۹۔

خیر القرون میں سیاسی قیادت علماء کے ہاتھ میں تھی

خلفاء راشدین کی مجلس شوریٰ میں علماء کی تعداد غالب تھی[10] حضرت عمرؓ کے دور میں مہاجرین اولین کی رائے کو ترجیحی حیثیت حاصل تھی[11]

اسلامی تاریخ کے ابتدائی ادوار میں علماء کی بڑی تعداد سیاست میں شریک ہوتی تھی، اوراس کو علماء ومشائخ کے لئے معیوب تصور نہیں کیاجاتا تھا، لیکن بعد کے زمانے میں سیاست میں علماء کی شرح کم ہونے لگی، یہاں تک کہ ابن خلدون کو کہنا پڑا:

العلماء من بين البشرابعدعن السياسة[12]

علماء کا طبقہ سیاست سے سب سے زیادہ دور ہے۔

مگراس کو شجر ممنوعہ بھی نہیں سمجھا گیا، بلکہ بڑے بڑے علماء واعیان اس میں شریک[13] اس کی مثال میں علامہ ابوالقاسم محمود بن المظفر المروزیؒ (ولادت جمادی الثانیہ ۴۶۲ھ –وفات رمضان المبارک ۵۳۰ھ قبر شریف چاب قلعہ باتکر)[14] ☆علامہ عیسیٰ بن محمد بن عیسیٰ الحسنی الطالبی ابومحمد ضیاء الدین

-----حواشی--

[10] -السنن الكبرى وفي ذيله الجوهر النقي ج ١٠ ص ١١٤ حديث :٢٠٨٣٨المؤلف : أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي مؤلف الجوهر النقي: علاء الدين علي بن عثمان المارديني الشهير بابن التركماني المحقق : الناشر:مجلس دائرة المعارف النظامية الكائنة في الهند ببلدة حيدر آبادالطبعة: الطبعة : الأولى . 1344 هـ

[11] - الجامع الصحيح المختصر ج ٥ ص ٢١٦٣ حديث نمبر:٥٣٩٧ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر:دارابن كثير،اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6

[12] -تاريخ ابن خلدون ج ١ص ٥٤٢المؤلف : عبد الرحمن بن محمد ، ابن خلدون (المتوفى : 808هـ)دار احياء التراث العربي بيروت – لبنان

[13] -خطبۂ صدارت مرادآباد ص ۵۲۔

[14] - التحبيرفي المعجم الكبيرج ٢ ص ٢٨٦ المؤلف : عبد الكريم بن محمدبن منصور التميمي السمعاني المروزي،أبو سعد (المتوفى: 562هـ)المحقق : منيرة ناجي سالم الناشر : رئاسة ديوان الأوقاف –بغدادالطبعة : الأولى ،1395هـ– 1975م عدد الأجزاء :2

الهکاری (متوفی ۵۸۵ھ مطابق ۱۱۸۹ء)[15] ☆ قاضی القضاۃ تقی الدین عبد الرحمن بن عبد الوہاب العلامی المصری الشافعی (متوفی ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۶ء)[16] ☆ ظہیر الدین محمد بن الحسین ابو شجاع الروذراوریؒ (۴۳۷ھ-۴۸۸ھ مطابق ۱۰۴۵ء-۱۰۹۵ء)[17] ☆ علامہ محمد بن الحسین الانصاری[18] ☆ قاضی القضاۃ علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن خلف[19] وغیرہ کا نام پیش کیا جا سکتا ہے، جنہوں نے علمی مقام و مرتبہ کے باوجود سیاست میں بھی مقام بلند حاصل کیا، اور سیاست کے پلیٹ فارم سے دین وملت کی شاندار خدمات انجام دیں۔

سیاست سے علماء کی علٰحدگی کے نقصانات-علم اور تاریخ کے تناظر میں

لیکن سیاست میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہوا، علماء نے بھی سیاسی قیادت کا محاذ ترک کر کے پوری امت مسلمہ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور اس طرح ملکی اور قومی سیاست صحیح منہج سے دور ہوتی چلی گئی، اور اسلامی سیاست کی جگہ مغربی سیاست کے قدم مضبوط ہوتے چلے گئے۔

بہار کے ممتاز و معروف عالم دین اور مفکر حضرت مولانا سجادؒ کو اس خلا کا بہت احساس تھا انہوں نے ایک جگہ اپنا درد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

----حواشی--

[15] - الأعلام ج ٥ص١٠٧ المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ)الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر – أيار / مايو 2002 م [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع، وتراجمه مضافة لخدمة التراجم (أكثر من 14000 ترجمة)]

[16] - الأعلام ج ٣ص٣١٥ المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ)الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر – أيار / مايو 2002 م [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع،

[17] - الأعلام ج ٦ص١٠١ المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ)الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر – أيار / مايو 2002 م [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع،

[18] -خطبۂ صدارت مراد آباد ص ۵۳، ۵۴۔

[19] -خطبۂ صدارت مراد آباد ص ۵۴۔

"یہ صحیح ہے کہ سیاست مدن کے متعلق بہت سے اصولی اور فروعی احکام کو علماء کرام وفقہائے عظام نے آداب قضا اور کتاب السیر اور کتاب البیوع وغیرہ میں جمع کر دیا ہے ،اور علم الکلام کی فصل امامت میں بھی کسی قدر اصولی بحث کی گئی ہے، مگر کیا میری شکایت غلط ہے کہ جس طرح کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ اور نکاح وطلاق کے ابواب میں بال کی کھال نکالی گئی ہے، نظام الاسلام کے اصول وفروع میں اس تفصیل سے کام نہیں لیا گیا۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ تمام مسائل پر تو مستقلاً متعدد تصانیف موجود ہیں، لیکن کیا نظام الاسلام پر بھی کوئی کامل و مکمل تالیف موجود ہے؟۔۔۔ اس کے ثبوت کے لئے صرف اس قدر کافی ہے، کہ اگرچہ بعض حکمائے اسلام نے چند چھوٹے چھوٹے رسالے سیاسیات پر لکھے، اور بعض متأخرین نے بھی تمدنی وسیاسی مسائل کے بعض مسئلوں کے متعلق کتابیں لکھیں مگر یہ تمام کتابیں نظام اسلام کے اصول وفروع پر محیط نہیں ہیں، اوران سے پورے نظام اسلام پر ہرگز روشنی نہیں پڑتی ہے۔ جہاں تک ہماری معلومات ہیں میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ قاضی القضاۃ علامہ ابوالحسن ماوردیؒ (متوفی ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء)اول وہ بزرگ ہیں جنہوں نے پورے نظام اسلام کو کسی قدر بسط و تفصیل کے ساتھ یکجا کرنے کے لئے قلم اٹھایا ہے جزاہ اللہ عنی وعن جمیع المسلمین۔

اس کے بعد علامہ رشید رضا مدیر المنار مسئلۂ خلافت کے سلسلہ میں اس کے متعلق المنار کے صفحات میں مضامین لکھتے رہے اوراخیر میں اپنے تمام مضامین کو ایک مرتب شکل میں جمع کرکے کتابی صورت میں منتقل کر دیا جو "الخلافۃ" کے نام سے گذشتہ سال شائع ہو چکی ہے۔شکر اللہ سعیہ۔

مگر میں نے جہاں تک غور کیا ہے یہ دونوں کتابیں بھی ناکافی ہیں بلکہ کسی قدر قابل تنقید بھی ہیں، ان کے علاوہ محض دیگر فضلائے مصر نے بھی کتابیں لکھی ہیں، مگر ان تالیفات کے اندر بھی اثرات خارجیہ کا اثر بہت نمایاں ہے۔

ضرورت ہے کہ اس سے زائد بسط وتفصیل سے کام لیا جائے بلکہ تمام احکام کے مآخذ ومدارک بیان کرتے ہوئے ان کے حکم کو بھی بتایا جائے۔ اصول نظام اسلام کے علاوہ اب اس کی بھی ضرورت ہے کہ نظام اسلام اور مروجہ نظامہائے جمہوریت دنیا کے مابین مابہ الافتراق امور کو نہایت وضاحت سے ظاہر کیا جائے، اور پھر نظام اسلام کے تفوق کو نمایاں طور پر واضح کر دیا جائے، اگر سیاست مدن، اجتماعی زندگی، اصول نظام پر اس بسط وتفصیل کے ساتھ کتابیں ہوتیں، جس کا میں تذکرہ کر چکا ہوں اور ان کے نشر واشاعت کی کوشش کی جاتی بلکہ ان کی تعلیم پر بھی خصوصیت کے ساتھ قوت صرف کی جاتی، تو میں سمجھتا ہوں کہ تثلیثی حکومتوں کے مذکورۃ الصدور جراثیم ثلاثہ ہمارے نوجوانوں کے دماغ کے اندر اس قدر نفوذ نہیں کرتے۔ اور خود اسلامی حکومتوں نے غیر اسلامی اصول کو اختیار کر کے ازمنۂ ماضیہ اور حال میں جتنے مفاسد برپا کئے ہیں، غالباً ان سب کا اگر سدباب نہ ہوتا تو کم از کم کمی ضرور ہوتی۔۔۔ ۔علمائے ربانیین اور فضلائے عظام ماہرین شریعت نے عملی حیثیت سے اتنا حصہ نہیں لیا جتنی کہ ضرورت تھی، اگر یہ حضرات عملاً حصہ لیتے رہتے اور اپنے اوقات کا معتد بہ حصہ اس پر خار وادی میں گذارتے، تو امید یہ تھی کہ اتنے مفاسد پیدا نہیں ہوتے اور شریعت اسلامیہ کے اصول وفروع کی اتنی بے حرمتی نہ ہوتی، اور مسلمانوں کی بے عزتی جو وقوع میں آئی ہے نہ ہوتی، جس کے تصور سے آج بدن پر لرزہ آتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کے ٹکڑے ہونے لگتے ہیں،۔۔ واقعہ یہ ہے کہ علمائے کرام اور فضلائے عظام کی سیاست مدن سے عملی دلچسپی کی کمی کوئی آج کی بات نہیں ہے، بلکہ میں نے جہاں تک غور کیا ہے اس سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد سے اس باب میں

کمی شروع ہوئی ہے اور رفتہ رفتہ اس کمی میں ہمیشہ اضافہ ہو تا رہا ہے "[20]۔

حضرت مولانا سجادؒ کا درد

غرض حضرت مولانا سجادؒ کو اس کا بے حد رنج تھا کہ علماء نے سیاسی قیادت کا محاذ ترک کر کے پوری امت مسلمہ کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا اور اس طرح ملکی اور قومی سیاست صحیح منہج سے دور ہوتی چلی گئی، اور اسلامی سیاست کی جگہ مغربی سیاست کے قدم مضبوط ہوتے چلے گئے۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا سجاد مرحوم کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی، کہ علماء سیاست میں بھی قوم کی رہبری کا فرض انجام دیں"[21]

مولانا شاہ سید حسن آرزو لکھتے ہیں:

"مولانا کا صاف اور حقیقی نظریہ یہ تھا کہ مذہب اور سیاست مسلمانوں کے دونوں معاملات میں علماء اسلام کو عموماً اور امارت بہار کو خصوصاً نہ صرف مداخلت کرنے کا حق ہے بلکہ اس کی نگرانی کا فرض ان ہی پر عائد ہوتا ہے۔۔ مولانا مذہب و سیاست کی باگ علماء اور بالخصوص امارت کے مضبوط ہاتھوں میں دیکھنا چاہتے تھے"[22]

-----حواشی---

20 -خطبۂ صدارت مرادآباد ص ۴۰ تا ۴۳۔

21 -محاسن سجاد ص ۳۹ مضمون علامہ سید سلیمان ندویؒ

22 -حیات سجاد ص ۹۵،۹۶ مضمون مولانا سید شاہ حسن آرزو۔

حضرت مولانا سجادؒ کی سیاسی بصیرت-اور عملی اقدامات

اس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی سیاست اوراس کی تاریخ پر حضرت مولانا سجادؒ کی کتنی گہری نگاہ تھی، مولانا سجادؒ ہندوستانی علماء میں واحد ایسے عالم دین تھے جو بے انتہا تبحر علمی کے ساتھ کامل درجہ کا سیاسی شعور بھی رکھتے تھے، جس کی پشت پر ان کے پاس مضبوط علمی دلائل بھی تھے اور پختہ عملی تجربات بھی،انہوں نے جن مخلصانہ جذبات کے ساتھ اپنے سیاسی سفر کا آغاز فرمایا،اور جس قوت کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کو بالخصوص جماعت علماء کو ملکی سیاست میں حصہ داری کی دعوت دی، اگر مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا ہوتا تو اس ملک کی سیاست کا نقشہ مختلف ہوتا، لیکن ان کی دعوت ایک ویرانہ کی صدا بن کر رہ گئی ، مولانا نے اس ملک کو سیاسی نظریات بھی دیئے اوران کو عملی رنگ بھی دیا،ان کی سیاسی صلاحیت پر ایک دنیا نے اعتماد کیا، آپ کی سیاسی اصابت رائے پر موافق و مخالف سب یقین رکھتے تھے۔

مولانا سید شاہ حسن آرزو صاحب کا بیان ہے کہ:

"مجھے مولاناؒ سے مدتوں بعض اموراور بعض مسائل میں سخت ترین اختلاف رہااور باوجود متعدد گفتگوؤں کے مولاناؒ کی منطق میری سمجھ میں نہیں آئی، لیکن ان کی نیک نیتی اوراپنے سے بہت زیادہ قابل اعتماد سیاست دانی پر بھروسہ کرتے ہوئے مولاناؒ کے اس اجتہاد پر وقت کا انتظار کرتا رہا، مجھے اپنی شکست اور نافہمی کا اقرار ہے کہ مولاناؒ جیتے اور میں ہارا"[23]

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"۱۹۳۷ء سے آخر ۱۹۳۹ء تک اسلامی ہند کی سیاست میں جو بحرانی دور گذرا، جس میں ہر خیال کے کارکنوں کا دماغی توازن بگڑ چکا تھا اس وقت جو چند چیدہ حضرات اس رو میں بہنے سے محفوظ رہے، ان میں ایک ممتاز ہستی حضرت مولانا مرحوم کی تھی، میں

-----حواشی-----

[23] -حیات سجاد ص ۹۳، ۹۴۔

اس دور میں ان کے خیالات سے اگرچہ کلیتاً یعنی سو فی صدی تو متفق نہ تھا، بلکہ صرف قریب تر تھا لیکن اگر کسی کی رائے کو اپنے شرح صدر کے بغیر ماننا ہوتا تو حضرت مرحوم کی رائے کو یقیناً اس کا مستحق سمجھتا تھا"[24]

علماء و قائدین کے اعترافات

اس دور میں جس کو بھی حضرت اقدس ابو المحاسنؒ سے ملنے اور آپ کا طرز عمل دیکھنے کا موقعہ ملا وہ آپ کی شخصیت اور سیاسی حکمت عملی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، بڑی بڑی شخصیتوں نے آپ کی سیاسی عظمت کا لوہا مانا اور فکری عبقریت کا اعتراف کیا، مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ کے الفاظ میں:

"اگلوں نے تعظیم دی، پچھلوں نے تکریم کی، اور اب جو دیکھا تو ان کے قدم کسی سے پیچھے نہیں، منزلت کے دربار میں ان کی کرسی کسی سے نیچے نہیں۔۔۔ امتیاز ناقصوں میں نہیں کاملوں میں پایا، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔۔۔۔۔ چمک جگنو کی نہیں جو ہر اندھیرے گھپ میں روشنی پیدا کر سکتی ہے، نور ماہتاب کا جو جگمگاتے ستاروں کو ماند کر دیتا ہے"[25]

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ لکھتے ہیں کہ:

حضرت مولاناؒ کو جس طرح علوم عقلی و نقلی میں کمال حاصل تھا، اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ سیاسی، اجتماعی مسائل میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا، ہندو مسلم یونیٹی کانفرنس لکھنؤ، الہ آباد میں انہوں نے جس بصیرت کا ثبوت دیا ہے اس کا اعتراف شرکائے کانفرنس ہندو مسلم دونوں نے کیا، اور بعض سیاسی مبصرین نے خود مجھ سے کہا، کہ یہ شخص جب بات کرنا شروع کرتا ہے، تو لکنت اور عجز گفتگو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے، کہ خواہ مخواہ ایسے اہم مسائل میں کیوں دخل دیتا ہے، لیکن جب بات

۔۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔

24 - محاسن سجاد ص ۵۹ مضمون مولانا منظور نعمانیؒ۔

25 - محاسن سجاد ص (و) مضمون مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ۔

پوری کرلیتاہے تو یہ اقرار کرناپڑتا ہے کہ اس شخص کا دماغ معاملات کی گہرائی تک بہت جلد پہونچ جاتاہے اور تہہ کی بات نکال کر لے آتا ہے۔

مرادآباد میں جب جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا اور مولانا نے بہ حیثیت صدر خطبۂ صدارت سنایا تو زمیندار، انقلاب اور دوسرے اسلامی اخبارات نے خطبۂ صدارت پر ریویو کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ مولانا سجادؒ کی صورت اور گفتگو سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ایسا شخص بھی اسلامی سیاسیات بلکہ سیاست حاضرہ کا اس قدر مبصر اور عمیق النظر ہو سکتا ہے، اور واقعہ بھی یہ ہے کہ مولانا کا یہ خطبۂ صدارت سیاسیات اسلامی کی بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے[26]۔

علامہ مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں:

"سیاسی مہارت جو ان کو حاصل تھی اس کا تجربہ تو مجھ سے زیادہ ان لوگوں کو ہوتا رہا جن کی عمر گذری تھی اسی دشت کی سیاحی میں[27]۔

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحبؒ اپنے تجربات اور قلبی تأثرات ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"میں نے پہلی بار یہ اندازہ کیا کہ یہ شخص اپنی شان کا نرالا عالم ہے، اسی دن میرے قلب پر ان کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا، اور میں ان کو دور حاضر میں کم از کم طبقۂ علماء میں اسلامی سیاست کا اعلیٰ ماہر سمجھنے لگا، میں صاف کہتا ہوں کہ پھر اس کے بعد سے آج تک اس باب میں حلقۂ علماء میں سے کسی کی بھی عظمت وجلالت کا اس درجہ قائل نہ ہو سکا۔۔ ہندوستان کے سیاسی مسائل میں بھی بس "اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی ضروریات" ہی آپ کے غور و فکر کا مرکز اور محور تھے۔۔۔

اس تحزب الاحزاب کے زمانہ میں ہمارے علمی اور دینی حلقوں میں بھی جو "رشتے

-----حواشی---

[26] -حیات سجاد ص ۱۴۹ مضمون مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ۔

[27] -حیات سجاد ص ۵۸،۵۷ ار تسامات گیلانیہ۔

"مثلاً ہم استاذی ،ہم شیخی ،یاکسی ایک خاص"سلسلہ "میں انسلاک وغیرہ وغیرہ جو عموماًاتحادوارتباط میں مؤثر سمجھے جاتے ہیں،مجھے حضرت ممدوح سے کوئی ایک بھی ان میں سے حاصل نہ تھا،لیکن ان کے اخلاص ،ورع وتقویٰ،دین کی بے لوث فدائیت،اورسب سے زیادہ سیاسیات میں ان کے پختہ اسلامی اندازفکرنے مجھے ان سے اس قدروابستہ کردیاتھا،کہ اپنے جن محترم بزرگوں سے مجھے اس قسم کی نسبتیں بھی حاصل ہیں،ان کے ساتھ بھی مجھے اس سے زیادہ وابستگی نہیں ہے۔واللہ العظیم اگرمیرے بس میں ہوتاتومیں سیاسی کام کرنے والے،کم ازکم نوجوان علماءکے لئے تو فرض قراردیتاکہ وہ پہلے کچھ دنوں حضرت مرحوم کی زیرنگرانی ٹریننگ حاصل کریں[28]"

جناب محمدیونس صاحب سابق وزیراعظم بہاراپنے مشاہدات کی روداد بیان کرتے ہیں:

"مولانامرحوم کی یہ عجیب خصوصیت تھی کہ وہ وقت کے تقاضاکوخوب سمجھتے تھے، اوربروقت اس کاحل بھی نکال لیتے تھے،مولانامرحوم کے ساتھ قومی،سیاسی، دستوری، اور آئینی ہرطرح کے کام کرنے کامجھ کوشرف حاصل رہااورمولاناؒکے ذہن رساکے متعلق مجھ کوعملاًہرقسم کے معاملہ میں اس کااندازہ کرنےکاموقع ملاہے ،کہ وہ کس طرح معاملہ کی روح اوراس کی سیاست کوسمجھ جاتے تھے ،اور اگرسیاسی اورآئینی معاملہ کے متعلق یہ کہوں کہ مولانامرحوم کی شخصیت باوجوداس کے کہ موجودہ سیاسی لٹریچرکی زبان سے وہ ناآشناتھے،اورآئین ہند کے دفاتر واسفار کے مطالعہ سے وہ بالکل دورتھے،وہ اس قدرقریب سے اس کودیکھتے تھے،کہ اس کے جوارمیں رہنے والاششدرہوجاتاتھا،تومیری یہ شہادت قیاس وتخمین نہیں

-----حواشی-----

28 ۔محاسن سجادص۵۷،۵۸،۶۲مضمون مولانامنظورنعمانیؒ۔

ہو گی ، بلکہ عملی تجربہ ہو گا جس کی بنیاد واقعات پر ہو گی ،اور ایسے واقعات پر ہو گی جس کے دامن میں میری سعی بھی تھی"[29]

مولانا شاہ سید حسن آرزو صاحب اپنا ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے پہلی ہی ملاقات میں اس دبلے پتلے نحیف وکمزور "عالم دین" سے مل کر یہ محسوس کیا کہ اس کے جسم کے اندر گوشت کا لوتھڑا نہیں، دہکتی آگ کا شعلہ ہے، اس کی نظر کی گہرائی ،اس کے دماغ کی بلندی،اور فہم وفراست ،ارتقائے ملک کے لئے صاف اور سیدھا نظام عمل اپنے اندر مخفی رکھے ہوئے ہے، لکھنؤ کی وہ صحبت یقینی ایک تاریخی صحبت تھی، کہ مخصوص مسلمانوں کا ایک مجمع تھا،اور کم از کم میری زندگی کا ایک تاریخی دن تھا مجلس مضامین کی مخصوص صحبت میں پتہ چلا کہ مولانا سجادؒ کی دینی پہونچ کیا ہے،اور سیاسی معلومات میں وہ کس درجہ ماہر ہیں[30]۔

امیر شریعت رابع مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ لکھتے ہیں:

"مولاناؒ کی سیاسی زندگی پر جو بھی قلم اٹھائے گا وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ مولاناؒ نے کامیاب اور شاندار سیاسی زندگی گذاری،ایک طرف مولاناؒ نے امارت شرعیہ قائم کرکے اس اہم ترین مسئلہ کو حل کیا کہ مسلمانوں کو ہندوستان میں زندگی کس طرح گذارنی چاہئے،دوسری طرف مولاناؒ نے اسمبلی اور کونسل پر قبضہ کرکے وزارت قائم کی اور سیاسی اقتدار و قوت اپنے ہاتھ میں لی،اور بتلایا کہ طاقت و قوت کا کیا مصرف ہے اور دنیا کس طرح چلائی جاتی ہے؟ مجھے بہت سے رہبروں اور رہنماؤں سے شرف ملاقات حاصل ہے، لیکن وہ مولانا کی طرح مذہب کی لگن، قوم وملک کا جنون، کام کا سودا،اور پھر اس سلسلہ میں پوری طرح "خود فراموشی" میں نے کسی اور میں

-----حواشی-----

29 -حیات سجاد ص ۸۷ مضمون جناب محمد یونس صاحب۔

30 -حیات سجاد ص ۹۲ مضمون شاہ سید حسن آرزو صاحب۔

نہیں دیکھی"[31]

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"سیاست وتمدن اور تاریخ کا انہوں نے گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، خاص طور پر قانونی و دستوری باریکیوں اور ہندوستان کے دستور اور سیاسی نظاموں سے وہ گہری دلچسپی رکھتے تھے اور ان کا انہوں نے بنظر غائر مطالعہ کیا تھا۔۔۔۔جب کوئی مشورہ ہوتا تو سب کی نگاہیں مولانا مرحوم کی طرف اٹھی رہتیں اور ان کی رائے فیصلہ کن سمجھی جاتی[32]

حضرت مولانا سجادؒ کے سیاسی مخالف اور مسلم لیگی رہنما علامہ راغب احسن صاحب جنرل سکریٹری مسلم لیگ کلکتہ نے حضرت مولانا کی سیاسی شخصیت و عظمت کا نہایت بلند الفاظ میں اعتراف کیا ہے:

" مولانا سجادؒ جدید اسلامی ہند کی صف اول کے رجال دین وسیاست میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، وہ ان چند واقعی لائق ترین سیاسین میں تھے، جن کو تحریک خلافت نے پردۂ گمنامی سے ابھار کر ہندوستانی سیاست کی صف اول میں کھڑا کیا تھا، پھر وہ تحریک خلافت کے رہنماؤں میں اپنی اصابت رائے، سیاست دانی، معاملہ فہمی، نکتہ رسی، ذہانت، عملی صلاحیت، تنظیمی طاقت، کاردانی، کارپردازی، عزم و استقلال کے ساتھ ایک نصب العین کے لئے مسلسل یکسوئی سے محنت کرنے کی قابلیت، حالات و ضروریات کے مطابق زمانہ کے ساتھ چلنے اور ساتھ دینے کی اہلیت اور اپنے مقاصد کے لئے معیار و اصول سے فروتر لوگوں اور چیزوں سے مصالحت کر لینے کی قوت کے لئے ممتاز تھے۔

مولانا سجاد علمائے ہند میں نہ صرف سب سے زیادہ سیاسیات حاضرہ کے ماہر تھے بلکہ

-----حواشی---

31 -حیات سجاد ص ۱۶ مضمون مولانا منت اللہ رحمانیؒ۔

32 -پرانے چراغ ج ۳ ص ۱۲۹ مصنفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ۔

سب سے بڑے عملی سیاست کار بھی تھے، سیاسیات مغرب کے متعلق نہ صرف ان کا علم دوسرے مولویوں سے زیادہ بہتر تھا، بلکہ وہ ان سے زیادہ موجودہ سیاسی ادارات سے کام لینے کی قابلیت رکھتے تھے اور غالباً مسلمانان ہندوستان میں ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا تنظیمی صلاحیت کا انسان نہیں تھا۔۔۔۔۔اگر قوم ان کا ساتھ دیتی تو جیسا کہ مولانا داناپوریؒ نے فرمایا تھا کہ وہ ایک نئے ہندوستان اور کم از کم ایک جدید اسلامی ہندوستان کی تعمیر میں ایک اول درجہ کے معمار کا پارٹ ضرور ادا کرتے۔

مولانا سجادؒ ہندوستان کے تمام علماء میں سب سے زیادہ عملی سیاست اور دنیاوی معاملات کو سمجھنے اور ان کے برتنے والے کارواں مدبر تھے، وہ انگریزی نہیں جانتے تھے، لیکن انگریزی سیاست و دستور اور مغربی تمدن و قانون کو خوب سمجھتے تھے اور ان کی ماہرانہ سیاست دانی اور سیاست کاری کا یہ بہترین اور ناقابل تردید ثبوت ہے کہ انہوں نے بہت سے انگریزی داں سیاست دانوں کو شکست دے دی تھی[33]۔

نظری سیاست سے عملی سیاست کی طرف

حضرت مولانا سجادؒ کا خیال تھا کہ ہر قوم یا جماعت کی ترقی کے لئے سیاسی اور آئینی طاقت کا حصول ناگزیر ہے، خصوصاً اس آئینی دور میں تو اس کے بغیر کسی جماعت کا زندہ رہنا ہی مشکل ہے[34]، اس طرح مولانا نے نہ صرف یہ کہ اپنے سیاسی افکار و نظریات سے دنیا کو متأثر کیا بلکہ آگے بڑھ کر اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا، وہ صرف خیالی دنیا کے بادشاہ نہیں تھے بلکہ اپنے خیالات کو عملی قالب میں ڈھالنے کا ہنر بھی جانتے تھے، وہ خالص عملی آدمی تھے، وہ زمینی سطح پر کام کرنا پسند کرتے تھے، اور جس چیز کی دوسروں کو دعوت دیتے تھے، خود ان کے قدم اس میدان میں کسی سے پیچھے نہیں تھے۔

آپ کی عملی سیاست کا آغاز کب ہوا؟ حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ فرماتے ہیں کہ:

-----حواشی---

33 - محاسن سجاد، ص ۹۵ تا ۱۰۹ مضمون جناب راغب احسن صاحب۔

34 - محاسن سجاد ص ۱۶۴ مضمون مولانا منت اللہ رحمانیؒ۔

"یوں تو مولاناؒ میں سیاسی خیالات کی نشو ونما ۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء ہی سے ہورہی تھی۔ لیکن ۱۹۱۵ء سے وہ زمانہ شروع ہوگیا۔ جہاں سے مؤرخ "مولانا کی سیاسی خدمات" کا باب شروع کرسکتا ہے[35]۔

ایک سیاسی جماعت قائم کرنے کا فیصلہ

حضرت مولانا سجادؒ نے ملک کے آئینی پس منظر اور بدلے ہوئے حالات کے تناظر میں مسلمانوں کی ایک ایسی سیاسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا، جو ملک کی کامل آزادی کی حامی ہو اور مسلمانوں کے دینی و قومی تشخصات کی محافظ بھی۔

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ حضرت مولانا سجادؒ کے اس اہم ترین تاریخی فیصلہ کے پس منظر اور آپ کی سیاسی فکر پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"وہ (حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ) موجودہ تسلط اور استبدادیت کو زیادہ سے زیادہ کمزور کرنے کی فکر میں تھے، ایک جانب ان کی توجہ تعمیر کی طرف مائل تھی، اور زندگی کا دوسرا پہلو ان نظامہائے حکومت کی تخریب پر منعطف تھا، ان کے سامنے ۱۸۵۷ء کی پوری تاریخ تھی، اسلامی حکومت کی تباہی، مسلمانوں کی بربادی کا تمام نقشہ ان کی آنکھوں میں تھا، پٹنہ کی وہابی تحریک اور اس کی ناکامی کا بھی ان کو علم تھا، سرحدی علاقہ میں حضرت شہیدؒ کی بچی کھچی جماعت کا جو حشر ہوا اس کو وہ جانتے تھے حضرت شیخ الہندؒ کی آخری نہضت اور مولانا عبیداللہ سندھی کی جلاوطنی اور ریشمی رومال کی تحریک کا انجام بھی ان کو معلوم تھا، وہ ان تمام تحریکات کی ناکامی کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے تھے کہ اس ملک میں نظام حکومت کی تخریب تنہا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں ہوسکتی، نظام حکومت کی تخریب جب ہی ہوسکتی ہے جب دونوں قومیں مل کر اس کام کو کریں، اور دونوں قوموں پر پورا پورا اشتراک

-----حواشی--

35 -حیات سجاد ص ۱۵ مضمون مولانا منت اللہ رحمانیؒ۔

عمل ہو یہ رائے انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر قائم کی تھی"[36]

سیاسی جماعت کے قیام کا پس منظر – تجویز مقاطعہ کی واپسی

اس سیاسی جماعت کے قیام کا پس منظر مولانا محمد عثمان غنی اول ناظم امارت شرعیہ (جو اس تحریک میں روز اول سے شامل تھے) کے قلم سے ملاحظہ فرمایئے:

"جمعیۃ علماء ہند نے ترک موالات کے سلسلہ میں مجالس مقننہ کا بھی مقاطعہ کیا تھا، لیکن انتخاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی نشستوں سے مسلمان کھڑے ہوتے تھے، اور منتخب ہو کر مجالس مقننہ میں جاتے تھے، اور بعض لوگ وہاں پہونچ کر صرف اپنے مفاد کے پیش نظر کام کرتے تھے، دینی اور جماعتی مفاد کو فراموش کر جاتے تھے، صوبہ کی کونسل اور مرکزی اسمبلی میں ایسے بہت سے واقعات پیش آئے۔

راقم الحروف نے حضرت مولاناؒ سے عرض کیا کہ مجالس مقننہ کے ارکان جس طرح منتخب ہو کر جاتے ہیں وہ دین وملت اور ملک وقوم کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں، اس لئے مسلم ارکان پر آئندہ کوئی پابندی عائد کرنی چاہئے، حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ جب تک جمعیۃ علماء ہند مقاطعہ کی تجویز کو واپس نہ لے لے اس وقت تک ہم لوگ کس طرح کسی کی تائید یا حمایت کر سکتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ مجالس مقننہ کے ارکان کی جو روش ہے اس کو دیکھتے ہوئے مقاطعہ کو قائم رکھنا جائز قرار نہیں دیا جا سکتا (اذاابتلی ببلیتین فاختر اھونھما) پر عمل کرنا چاہئے مثال میں ہم نے قاضی احمد حسین صاحب کے وقف بل کی ناکامیابی کو بیان کیا کہ صرف مسلمان ارکان کی حکومت پرستی نے اس مفید بل کو ناکامیاب کیا، نیز مرکزی اسمبلی کے بعض ارکان جیسی حرکتیں کر رہے تھے، اس کو عرض کیا۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا کہ تم جریدۂ امارت میں لکھو اگر جمعیۃ علماء

-----حواشی-----

36 - حیات سجاد ۱۰۷، ۱۰۸ مضمون مولانا احمد سعید دہلویؒ۔

ہنداپنی عائد کردہ پابندی ہٹالے تو پھر آئندہ حصہ لیاجائے گا، چنانچہ راقم الحروف نے جریدۂ امارت میں مضامین لکھناشروع کردیئے، اس کے بعد نقیب میں بھی کچھ مضامین لکھے۔

حضرت مولاناؒ کی عادت تھی کہ جس معاملہ میں ان کا قلب مطمئن ہو جاتا تھا پھر اس کو جلد سے جلد انجام دینے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ اس معاملہ میں بھی جب ان کا قلب مطمئن ہو گیا کہ مجالس مقننہ کے انتخاب میں ہمارے حصہ لینے سے کسی حد تک دینی فائدہ کی توقع ہے اور امارت شرعیہ کے مقاصد کے لئے ہماری شرکت مفید ہو سکتی ہے، توانہوں نے جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ (منعقدہ ۱۳۵۳ سنہ ھ مطابق ۱۹۳۴ سنہ ء مرادآباد) مجالس مقننہ (اسمبلی) کے انتخاب میں حصہ لینے کی تجویز پیش کر دی، جو منظور ہو گئی، اس کے بعد امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ (ربیع الاول ۱۳۵۳ سنہ ھ مطابق جون ۱۹۳۴ سنہ ء) میں اسی مضمون کی تجویز پیش کی، جس کو مجلس شوریٰ نے منظور کیا، تمہید کے بعد اصل تجویز کے الفاظ یہ ہیں:

"امارت شرعیہ اس امر کا اعلان کرتی ہے کہ اگر صوبہ بہار واڑیسہ میں کوئی مجلس اس اصول کے ماتحت قائم ہوئی اور اس کے دستوراساسی وقواعد امارت شرعیہ کے نزدیک قابل اعتماد ہوئے، اوراس نے خصوصیت کے ساتھ اپنے دستوراساسی میں اس امر کو داخل کیا کہ ــــــــــ مجلس (پارٹی) تمام ایسے امور میں جن کا تعلق مسلمانوں کے مذہب سے ہو یاان کے مذہبی معاملات پر اس کا اثر پڑتا ہو، امارت شرعیہ کی ہدایت ورہنمائی کی پابند ہو گی، توامارت شرعیہ کی پوری ہمدردی وتائید اس مجلس کے ساتھ ہو گی، لیکن اگر بدقسمتی سے اس نازک دور میں بھی مسلمانوں کی کوئی مجلس اس قسم کی قائم نہ ہوئی، یااس کے دستور وقواعد پر امارت شرعیہ کا اعتماد نہ ہوا، توامارت شرعیہ ان ہی مقاصد و اغراض کے ماتحت اپنے صوبہ کے مسلم امیدواروں کے لئے ایک عہد نامہ مرتب کرکے شائع کردے گی، تاکہ جو امیدوار

اس پر دستخط کرکے امارت شرعیہ کے دفتر میں بھیجیں ان پر غور کرکے امارت شرعیہ کی مختصر مجلس (سب کمیٹی) جن امیدواروں کے انتخاب کو ترجیح دے گی، امارت شرعیہ کی پوری ہمدردی وتائید اس کے ساتھ ہوگی"

اسی تجویز کی بنیاد پر "امارت شرعیہ بورڈ" کی تشکیل عمل میں آئی، جس کے ذمہ آئندہ اسمبلی الیکشن کی فکر، امیدواروں کا انتخاب اور ان کی حمایت کرنا تھا[37]۔

گو کہ بعض لوگوں کو امارت شرعیہ کا یہ فیصلہ ناگوار گذرا، لیکن حضرت مولاناؒ نے پورے خلوص کے ساتھ اس کام کو کامیابی کی منزل تک پہونچایا، آپ کے تلمیذ رشید مولانا اصغر حسین صاحب بہاریؒ سابق پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ لکھتے ہیں کہ:

"بعض اعتدال پسند دوستوں نے مولاناؒ کو ان تمام خوبیوں کا حامل تسلیم کرتے ہوئے بتایا کہ ان سے ایک بڑی غلطی ہوئی کہ امارت شرعیہ کو پارٹی الیکشن میں استعمال کر کے امارت کو صدمہ پہنچایا کیونکہ امارت ایک ہمہ گیر ادارہ ہے اس کی شان مسلمانوں کی پارٹی بندیوں کی لعنت دور کرنا تھی نہ کہ خود ایک فریق کی حیثیت اختیار کرنا۔ اس میں شک نہیں کہ ظاہر میں یہ اعتراض وقیع معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک بڑا مغالطہ ہے جس کے ہمارے دوست شکار ہوگئے بیشک پارٹی بندیوں اور تفرقہ اندازیوں کو ختم کرکے یا کم سے کم سب پارٹیوں میں ہم آہنگی پیدا کر کے وحدت قائم کرنا امارت کا نصب العین ہے، لیکن ساتھ ہی اسلامی قوانین وشعائر کے احترام کو باقی رکھنا بھی امارت کا اولین فریضہ ہے، اور آئین شرع کو اغراض پرستوں کے ہاتھ کھلونا ہونے سے بچانا عین مقصد امارت ہے۔ اب دیکھئے کہ موجودہ حکومت نے نمائندگان عوام کو ملکی قوانین بنانے کا اختیار دے رکھا ہے، مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کا نمائندہ کونسلوں میں جاکر اسلامی آئین، مذہبی قوانین کے خلاف بلوں

-----حواشی-----

37 -حیات سجاد ص ۱۴۰ تا ۱۴۲ مضمون مولانا عثمان غنیؒ۔

پر مہر تصدیق ثبت کر کے توہین اسلام کا مظاہرہ پیش کر تا ہے اور جب علمائے مذہب کی جمعیت تنبیہ کرتی ہے تولبیک کہنے کے بجائے اس کو ٹھکرا دیتا ہے تو کیا آئین اسلام کے استحفاظ کے لئے کونسلوں میں ایسے ممبران بھیجنا ضروری نہیں جو اسلامیات کے متعلق علماء دین کے فیصلہ کو شاہراہ عمل قرار دیں؟ اور ایسے افراد کو ممبر ہونے سے روکنا فرض نہیں جو کونسلوں میں پہنچ کر بلوں کے پاس کرنے میں شریعت کا پاس نہ رکھیں؟ اب اگر اس سلسلہ میں پارٹی بندی لازم آتی ہے تو امارت اس کی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ وہ مطلق العنان امیدوار ذمہ دار ہے ۔ اس واسطے پارٹی بندیوں کے الزام وجرم سے امارت کا دامن بالکل پاک ہے"[38]۔

بدلے ہوئے حالات

تحریک خلافت اور تحریک عدم تعاون کے دوران ملک میں انگریزوں کے خلاف جو اتحاداور محبت کا ماحول بنا تھا، اور مسلمان اور ہندو شیر وشکر بن گئے تھے، ان تحریکات کے ختم ہو جانے کے بعد وہ ماحول کمزور پڑنے لگا تھا، نفرت و تنگ نظری کا تعفن پھر فضا میں پھیلنے لگا تھا، اور ماحول کے اس بگاڑ میں کانگریس کی غلط پالیسیوں کا بھی بڑا دخل تھا، کانگریس کی منفی پالیسیوں نے مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے تھے، یہاں تک کہ انتخابات کے موقعہ پر بھی کانگریس نے مسلم حلقوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کی وجہ سے پورے ملک کے مسلمان کانگریس کے خلاف ہو گئے تھے[39]، مسلم لیگ نے اس کو مزید ہوا دی اور ملک کے اکثر مسلمان کانگریس مخالف لہروں میں بہہ گئے، بہار میں مسلم لیگ کی یونٹ اتنی مضبوط نہیں تھی، اس لئے بہار کا ماحول کانگریس کے خلاف اتنا گرم نہیں تھا۔

-----حواشی--

38 - محاسن سجاد ص ۲۸ مضمون مولانا اصغر حسین صاحب۔

39 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۱۸، مصنفہ: جناب تقی رحیم صاحب، شائع کردہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۹۸ء۔

مسلم یونیٹی بورڈ کا قیام

مانٹیگو چیمسفورڈ ایوارڈ کے مطابق جب ہندوستان کے لئے نیا دستور نافذ ہوا، جس کے ذریعہ کونسلوں میں منتخب ہندو مسلمان آسکتے تھے تو مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے انتخاب کا مسئلہ کھڑا ہوا، چنانچہ مرکزی اسمبلی چناؤ(۱۹۳۴ء)کے موقعہ پر یوپی اور بہار کانگریس کے مسلم رہنماؤں نے انتخابات میں حصہ لینے کے لئے خلافت، لیگ اور جمعیۃ العلماء کے قدیم رہنماؤں کی مدد سے "مسلم یونیٹی بورڈ" قائم کیا، اور محبان وطن اور آزادئ ہند کے خواہاں مسلمانوں کو الیکشن کے لئے کھڑا کیا، اس بورڈ کے قیام اور انتخاب کی حکمت عملی میں حضرت مولانا سجادؒ کا بنیادی کردار تھا۔۔۔ اس بورڈ میں حضرت مولاناؒ کی مرکزی اہمیت کا اندازہ مولانا مسعود عالم ندوی صاحبؒ کی اس رپورٹ سے ہوتا ہے جو انہوں نے اپنے مشاہدے کی بنیاد پر لکھی ہے:

> "مسلم یونیٹی بورڈ کے جلسے غالباً ۱۹۳۲ء کے اواخر میں ہوئے اور اس سلسلہ میں مولاناؒ کا لکھنؤ میں ہفتوں قیام رہا، اس دوران راقم برابر حاضر ہوتا، اور ان کے افادات سے اپنی کم مائیگی دور کرنے کی کوشش کرتا، مولاناؒ کی نوازش سے راقم یونیٹی بورڈ کی مجلس مضامین میں برابر شریک ہو سکا، اور حقیقت میں یہی یونیٹی بورڈ کے جلسے تھے جہاں مولاناؒ کے سیاسی تدبر کا لوہا موافق و مخالف سب ماننے پر مجبور ہوئے، یوں کہنے کو تو جمعیۃ کی پوری مجلس انتظامی موجود تھی، بورڈ میں اس کے نمائندے بھی موجود تھے، پر دماغ ایک تھا اور سب جسم محض کی حیثیت رکھتے تھے[40]۔

امارت شرعیہ کی "مجلس انتخابات" کا قیام

امارت شرعیہ کی مذکورہ بالا تجویز کے مطابق ایک سب کمیٹی "مجلس انتخابات" قائم کی گئی، وہ درج ذیل افراد پر مشتمل تھی:

صدر: مولانا لطف اللہ صاحبؒ سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

-----حواشی-----

40 ۔ محاسن سجاد ص ۷۰ مضمون مولانا مسعود عالم ندویؒ۔

نائب صدر: مولانا شاہ قمر الدین صاحبؒ (جو بعد میں امیر شریعت ثالث ہوئے)

سیکریٹری: قاضی احمد حسین صاحبؒ۔

جوائنٹ سیکریٹریز: (۱) مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ (جو بعد میں امیر شریعت رابع ہوئے (۲) شرف الدین صاحب رئیس باڑھ۔ (۳) سعید الحق صاحب وکیل دربھنگہ

ارکان

۱- حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ

۲- مولوی مجتبیٰ صاحب مظفرپور

۳- محمد اسمٰعیل صاحب وکیل چھپرا

۴- مولانا عبدالوہاب صاحب صدر جمعیۃ علماء بہار

۵- مولانا نورالحسن صاحب قاضی شریعت بہار

۶- مولانا حافظ محمد ثانی صاحب صدرالنقیب بتیا چمپارن

۷- شیخ عدالت حسین صاحب رئیس النقباء دیوراج[41]۔

امیدواروں کا اعلان

اس مجلس نے حسب ذیل حضرات کو مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے لئے نامزد کیا:

(۱) مولوی بدیع الزماں صاحب وکیل کشن گنج

(۲) مولوی عبدالحمید صاحب وکیل دربھنگہ

(۳) مولوی محمد نعمان صاحب پٹنہ ڈویزن

حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین پھلواروی ؒ نے ان نامزدگیوں کی تصویب فرماتے

-----حواشی-----

41 - حسن حیات مرتبہ شاہ محمد عثمانی ص ۷۴، ۷۵۔

ہوئے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:

"جن لوگوں کو اسمبلی کے لئے منتخب کیا گیا ہے، ان کا انتخاب مناسب ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس دعوت حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، میں اجازت دیتا ہوں کہ مجلس کی طرف سے اس اعلان کو شائع کیا جائے"

دستخط محمد محی الدین پھلواری امیر شریعت ثانی[42]

انتخابات کے نتائج

حضرت مولانا سجادؒ کی کامیاب حکمت عملی کی بدولت مرکزی اسمبلی کے انتخابات میں بہار کے تین (۳) امیدواروں میں سے دو (یعنی مولوی بدیع الزماں وکیل کشن گنج، اور مولوی محمد نعمانی پٹنہ) تو بلا مقابلہ منتخب ہو گئے، صرف ترہت کی نشست پر مقابلہ ہوا، امارت کے امیدوار جناب عبد الحمید خان صاحب تھے، اور ان کے مقابلے میں جناب مولوی شفیع داؤدی صاحب انتہائی با اثر شخصیت کے مالک تھے، حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کا بیان ہے کہ:

"ذاتی حیثیت میں ان دو امیدواروں میں کوئی نسبت ہی نہ تھی، مولوی شفیع کے مقابلے میں مولوی عبد الحمید کی کوئی شخصیت ہی نہ تھی، پھر بھی مولاناؒ کے تدبر نے اس انتخاب کو بہت اہم بنا دیا، گرچہ امارت کو تقریباً ایک سو (۱۰۰) ووٹ سے ناکامی ہوئی، مگر وہ نتیجہ تھا اپنی غلطیوں کا، کاش مولاناؒ کی ہدایتوں پر عمل کیا جاتا تو یہاں بھی کامیابی قدم چومتی[43]۔

لیکن حضرت مولاناؒ نے ہار نہیں مانی، مولوی سید مجتبیٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"مولانا سجادؒ نے الکشن کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے مقدمہ دائر کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الکشن ٹریبونل کی تحقیقات مولوی شفیع داؤدی کی موافقت میں ہونے کے

-----حواشی---

42 - حسن حیات مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ ص ۷۴، ۷۵۔

43 - محاسن سجاد ص ۱۶۲، ۱۶۳ مضمون مولانا منت اللہ رحمانیؒ۔

باوجود وائسرائے نے انتخاب کو مسترد کر دیا[44]"

نتائج کے اعلان کے بعد امارت شرعیہ کے ساتھ کانگریس کا رویہ

مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے نتائج سے یوپی اور بہار میں نئی امنگوں اور نئی توقعات کا آغاز ہوا، کانگریس کو بھی مسلم حلقوں کے تئیں سنجیدگی سے توجہ دینے کی فکر پیدا ہوئی، خاص طور پر بہار میں امارت شرعیہ کے اثرات کا اس کو پورا اندازہ ہو گیا، لیکن کانگریس نے اس سے سبق حاصل نہیں کیا، اور اس نے صوبائی الیکشن کے موقعہ پر امارت شرعیہ کو نظر انداز کر کے مسلم لیگ کے تعاون سے انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا، حالانکہ بہار میں مسلم لیگ کے بہت زیادہ اثرات نہیں تھے، بلکہ تحریک خلافت کی مخالفت کر کے مسلم لیگ نے بہار کے مسلمانوں کو جو جذباتی صدمہ پہونچایا تھا، اس کی وجہ سے یہاں کے مسلمان مسٹر محمد علی جناح اور مسلم لیگ دونوں سے بد ظن ہو گئے تھے، اس کے بالمقابل امارت شرعیہ نے تحریک خلافت میں پر جوش حصہ لے کر مسلمانان بہار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔[45]

نئے حالات میں امارت شرعیہ کا اہم فیصلہ

دوسری طرف کانگریس سے انتخابی اتحاد کے بعد مسٹر جناح نے بہار میں مسلم لیگ کو تنظیمی طور پر مضبوط کرنے کا ارادہ کیا، اور ریاست کی بعض نمائندہ شخصیتوں کو اپنے پارلیامنٹری بورڈ میں شامل کیا، مثلاً: حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ[46]، حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ، قاضی احمد حسین صاحبؒ، مولوی عبد الحفیظ ایڈووکیٹ، اور شاہ مسعود احمد وغیرہ ۔۔۔ لیکن ان حضرات نے بہار کے مسلمانوں کا سیاسی مزاج اور رجحان دیکھتے ہوئے مسلم لیگ کے لئے مہم چلانا مناسب نہیں سمجھا[47]۔

-----حواشی-----

44 ۔ محاسن سجاد، ص ۵۷ مضمون مولوی سید مجتبیٰ صاحب۔

45 ۔ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۱۸، مصنفہ: جناب تقی رحیم صاحب، شائع کردہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۹۸ء، بحوالہ ہسٹری آف دی فریڈم موومنٹ، تاراچند ج ۴ ص ۲۱۹۔

46 ۔ مفتی صاحبؒ گو کہ بہار کے نہیں تھے لیکن بحیثیت صدر جمعیۃ علماء ہند آپ کا نام شامل کیا گیا۔

47 ۔ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۱۸، مصنفہ: جناب تقی رحیم صاحب، شائع کردہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۱۹۹۸ء۔

حضرت مولانا سجادؒ کی ان حالات پر گہری نظر تھی، آپ نے امارت شرعیہ کے سربراہوں کی ایک بیٹھک طلب کی اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ:

(۱) امارت شرعیہ مسلمانوں کی سربراہی کے لئے خود آگے بڑھے اور انتخابی مہم کو سر کرنے کے لئے ایک نئی پارٹی تشکیل دی جائے۔

(۲) اگر کوئی مجلس امارت شرعیہ کے ضابطوں اور اصولوں کے مطابق تشکیل دی جائے تو امارت شرعیہ اس کی حمایت کرے گی[48]۔

-----حواشی---

48 - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد—حیات وخدمات ص۲۵۸،۲۵۹ مضمون جناب فضل حق عظیم آبادی ریٹائرڈ اے ڈی ایم، الکاری پوری روڈ انیس آباد پٹنہ۔

"بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی" کا قیام

امارت شرعیہ کے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے "امارت شرعیہ پارلیمنٹری بورڈ" کا قیام عمل میں آیا، جس کے سربراہ حضرت مولانا سجاد صاحبؒ ہی مقرر ہوئے، پھر حضرت مولاناؒ نے اسی بورڈ کے ذریعہ امارت شرعیہ، تحریک خلافت، اور جمعیۃ علماء کے کارکنوں کے تعاون سے ایک نئی سیاسی جماعت "بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی" کی بنیاد رکھی، ۲۵/ اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ کو نواب علی سجاد کی صدارت میں مسٹر ایم محمود بیرسٹر صاحب کے مکان پر ایک اجتماع (جس میں علماء اور دانشوران قوم وملت کی کثیر تعداد شریک ہوئی) میں حضرت مولانا سجادؒ کی طاقتور تحریک پر پارٹی کا قیام عمل میں آیا، اور حضرت مولاناؒ کو ان کے انکار کے باوجود متفقہ طور پر پارٹی کا صدر منتخب کیا گیا[49]۔

پارٹی کے بنیادی مقاصد

پارٹی کے دو اہم مقاصد تھے:

(۱) سیاسی نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کی مکمل آزادی کا مطالبہ۔

(۲) اور مذہبی نقطۂ نظر سے امارت شرعیہ کے فیصلوں کی پابندی[50]۔

حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کا بیان ہے کہ:

"مولانا سجادؒ فرمایا کرتے تھے کہ ملکی آزادی کی جدوجہد میں ہمارا ایک مذہبی مقصد یہ بھی ہے کہ آزاد جمہوری حکومت میں مسلمانوں پر کم از کم اسلامی نظام حکومت کا وہ حصہ تو پوری طرح نافذ ہو سکے جس کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے[51]"

-----حواشی-----

49 - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد—حیات وخدمات ص ۳۴۸ مضمون مولانا سہیل اختر قاسمی دارالقضاء امارت شرعیہ پٹنہ بحوالہ نقیب ص ۵، شمارہ بابت: ۶/ رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲/ ستمبر ۱۹۳۶ء)

50 - حیات سجاد ص ۱۶۳، مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

51 - حیات سجاد ص ۱۶۳، مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

پارٹی کی پہلی صوبائی کانفرنس

پارٹی کی پہلی صوبائی کانفرنس ۱۲، ۱۳/ ستمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۵، ۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سیکریٹری سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ کے زیر صدارت منعقد ہوئی[52]، یہ پہلی کانفرنس بے حد کامیاب ہوئی، موسلا دھار بارش، سیلاب کی بنا پر ریلوے لائن خراب ہونے اور گاڑیوں کی آمد ورفت بند ہونے کے باوجود تمام اضلاع سے کثیر تعداد میں مندوبین شریک ہوئے، انجمن اسلامیہ ہال اندروباہر کھچاکھچ بھرا ہوا تھا، کچھ لوگ چھتوں پر بھی تھے، جب کہ بہت سے لوگ بارش میں کھڑے چھتریاں لیکر پروگرام سن رہے تھے پارٹی کے صدر حضرت مولانا سجادؒ نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا، لوگوں نے نہایت توجہ سے سنا، پھر دیگر مقررین نے اظہار خیال کیا، اخیر میں صدر اجلاس مولانا احمد سعید دہلویؒ ناظم جمعیۃ علماء ہند نے اپنی تقریر میں ملکی وملی سیاست اور تحریک حریت (۱۹۳۰ء – ۱۹۳۲ء) پر روشنی ڈالی، اور مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے قیام پر اظہار مسرت کرتے ہوئے فرمایا:

"صوبہ بہار کے مسلمان لائق تبریک وتہنیت ہیں، کہ ان کے صوبہ میں امارت شرعیہ قائم ہے جو مسلمانوں کا بہترین مذہبی ادارہ ہے، اگر اسمبلی اور کونسل میں جانے والے مسلمان یہ عہد کر کے جائیں، کہ وہ مذہبی معاملات میں امارت شرعیہ سے استصواب رائے کے بعد عمل کریں گے، تو ان کو یقین رکھنا چاہئے، کہ وہ اپنی اقلیت کے باوجود محفوظ ومصوئن رہیں گے۔[53]

اسی اجلاس کے موقعہ پر پارٹی کے عہدیداران اور مجلس عاملہ وغیرہ کا انتخاب عمل میں آیا، جو حسب ذیل ہے:

-----حواشی---

[52] -جناب تقی رحیم صاحب نے ۱۴/ ستمبر ۱۹۳۶ء کی تاریخ لکھی ہے، اور اسی کو یوم تاسیس قرار دیا ہے (تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۲۲۰) لیکن جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ پارٹی کی تاسیس پہلے ہو چکی تھی۔

[53] - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص ۳۵۲، ۳۵۳ مضمون مولانا سہیل اختر قاسمی بحوالہ :نقیب ۵/ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲/ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

صدر: حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ

نائبین صدر: (۱) مولوی بدرالحسن صاحب ایم ایل اے مظفر پور

(۲) خان بہادر مولانا عبدالعزیز صاحب سنتھال پرگنہ

(۳) نواب سید علی سجاد صاحب پٹنہ۔

(۴) مولانا غلام احمد صاحب گریڈیہہ، ہزاری باغ

جنرل سیکریٹری: مسٹر سید محمود بیرسٹر پٹنہ

جوائنٹ سیکریٹریز: (۱) حاجی شیخ شرف الدین حسن صاحب باڑھ۔

(۲) مرزا بابر حسین صاحب مختار سمستی پور

(۳) مولوی عبدالمجید صاحب وکیل بھاگلپور

(۴) حکیم سید محمد الیاس صاحب رانچی

اسسٹنٹ سیکریٹری: حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ مونگیر

خازن: (۱) مولوی جسٹس خلیل احمد صاحب پٹنہ

(۲) مولوی محمد اسماعیل صاحب تاجر پٹنہ

پروپیگنڈہ سکریٹری: حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ مونگیر

اسسٹنٹ پروپیگنڈہ سکریٹری: مولوی ولی الحق صاحب شاہو بیگھوی

اراکین مجلس عاملہ:

(۱) حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۲) مسٹر محمد محمود بیرسٹر (۳) مولانا محمد عثمان غنی ناظم امارت شرعیہ (۴) قاضی احمد حسین (۵) مولوی سید عبدالحفیظ صاحب ایڈوکیٹ (۶) مولوی عبدالقدوس صاحب وکیل پٹنہ (۷) مولوی سید جعفر امام صاحب وکیل پٹنہ (۸) مولانا محمد یٰسین صاحب (۹) ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب فردوسی (۱۰) مولوی بدرالحسن صاحب وکیل مظفر پور (۱۱) حاجی شیخ شرف الدین حسن صاحب باڑھ (۱۲) مولوی محمد اسماعیل خان صاحب تاجر (۱۳) مولانا منت اللہ صاحب رحمانی (۱۴) مولوی سید قدیر الحسن صاحب وکیل (۱۵) مولانا عبدالودود صاحب دربھنگہ (۱۶) حافظ محمد ثانی صاحب

(۱۷)مولانا عبدالصمد رحمانیؒ (۱۸) مولوی جسٹس خلیل احمد صاحب ایڈوکیٹ(۱۹) مسٹر محمد یونس صاحب بارایٹ لاء (۲۰)مولوی حاجی اختر حسین خان صاحب (۲۱)مسٹر سید تجمل حسین صاحب بیرسٹر[54]

اسی موقعہ پر مجلس عاملہ کے سامنے پارٹی کا دستور (مینی فیسٹو) پیش کیا گیا اس کا مسودہ حضرت مولانا سجادؒ کی ہدایات کے مطابق قاضی احمد حسین صاحبؒ نے تیار کیا تھا، پھر حضرت مولانا سجادؒ کی نظر ثانی کے بعد اس کو آخری شکل دی گئی، مجلس میں پورے تین گھنٹے تک بحث و تمحیص اور غور و خوض کے بعد اس کے اطراف وجہات کو منقح کیا گیا اور پارٹی کے دستور کی حیثیت سے اس کو منظور کیا گیا، اس دستور سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پارٹی کتنے جامع اور بلند مقاصد کے تحت قائم کی گئی تھی، اور اسلامی نظریۂ سیاست سے وہ کس قدر ہم آہنگ تھی۔

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا دستور (مینی فیسٹو)

باب اول (مبادیات)

دفعہ ۱:- صوبۂ بہار کی اس سیاسی جماعت کا نام "بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی" ہو گا۔

دفعہ ۲:- اس جماعت کا دائرۂ عمل صوبہ بہار کے تمام اضلاع پر محیط ہو گا۔

دفعہ ۳:- اس جماعت کا صدر دفتر پٹنہ میں رہے گا۔

باب دوم (بنیادی اغراض و مقاصد)

دفعہ نمبر ۴:- مسلمانوں میں عام بیداری اور سیاسی احساس پیدا کرنے کی سعی کرنا۔

دفعہ نمبر ۵:- مسلمانوں کے تمام سیاسی و اقتصادی، معاشرتی و مذہبی حقوق کی حفاظت اور اس کے حصول کے لئے جد وجہد کرنا۔

-----حواشی---

54 - حسن حیات مرتبہ شاہ محمد عثمانیؒ ص ۷۷☆تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ،مرتبہ تقی رحیم ص ۲۲۰ ☆مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد–حیات و خدمات ص ۳۴۸، ۳۴۹ مضمون مولانا محمد سہیل اختر قاسمی دارالقضاء امارت شرعیہ پٹنہ بحوالہ نقیب ص ۵، ۱شمارہ بابت:۶ / رجب المرجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲ / ستمبر ۱۹۳۶ء)

دفعہ نمبر ۶:- مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور مالی ترقی کی سعی کرنا۔

دفعہ نمبر ۷:- قوم و وطن کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کی حسب استطاعت سعی کرنا۔

دفعہ ۸:-(الف) اسلامی اور وطنی مفاد کے حصول کے لئے دیگر قوموں سے اشتراک عمل کرنا۔

(ب) اور جب تک باہمی مفاہمت سے مسلمانوں کے تمام قومی و مذہبی حقوق کی حفاظت کے لئے قابل اطمینان اصولوں پر اتفاق نہ ہو جائے، ان حقوق کی حفاظت کرنا، جو مسلمانوں کے لئے جدید انڈیا ایکٹ میں مندرج ہیں۔

دفعہ ۹:- صوبہ کے تمام بیکار اور بے روزگار مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے اور ان کی بے روزگاری کو دور کرنے کی ہر ممکن طریق سے کوشش کرنا۔

دفعہ ۱۰:- مسلمانوں میں دینی اور دنیاوی تعلیم کو وسیع تر کرنے اور ایسی تعلیم جاری کرنے کی سعی کرنا جو بیکاری اور بے روزگاری کا سبب نہ بنے۔

دفعہ ۱۱:- اپنی مادری زبان اردو اور رسم الخط کو ذریعۂ تعلیم علوم و فنون قرار دیئے جانے کی سعی کرنا۔

دفعہ ۱۲:- عدالتی اور دیگر سرکاری محکموں میں اردو زبان اور رسم الخط رائج کرانے کی سعی کرنا، سیاسی مسائل اور دیگر اہم امور کی اشاعت عامہ کے لئے اردو میں رسائل و کتب شائع کرنا۔

دفعہ ۱۳:- (الف) اس امر کی کوشش کرنا کہ نظام حکومت کی مشنری خاص بڑے بڑے عہدہ داروں پر کم سے کم خرچ ہو تا کہ صوبہ کی سرکاری آمدنی کا روپیہ قوم و ملت کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبودی میں زیادہ صرف ہو۔

(ب) اور جب کبھی پارٹی مجلس مقننہ میں اپنے منتخب شدہ ارکان کے لئے سرکاری عہدوں کا قبول کرنا تجویز کرے اور حکومت سرکاری عہدہ داروں کو بڑی بڑی تنخواہوں میں تخفیف منظور نہ کرے ، تو اس پارٹی کا سرکاری عہدہ دار اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ایک مناسب رقم لے کر بقیہ رقم اپنی قوم کی تعلیمی و اقتصادی مفاد پر خرچ کرنے کے لئے پارٹی کو دے گا، جو مجلس عاملہ کے مشورہ پر خرچ ہو گا۔

دفعہ ۱۴:- اسلامی اصول اور تاریخی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیگر قوموں کے ساتھ حسن سلوک و رواداری برتتے ہوئے ملکی نظام حکومت میں مسلمانوں کی مخصوص ملی و قومی ضروریات کی تحصیل و

تکمیل کے لئے جد وجہد کرنا۔

دفعہ ۱۵:-سیاسیات میں مسلمانوں کے تمام فرقوں اور نسلی و نسبی قبائل کو متحد رکھنے کی سعی کرنا۔

دفعہ ۱۶:-کاشتکاروں، مزدوروں، تاجروں اور دیگر اقتصادی طبقات کی فلاح وبہبود کی ہر ممکن طریق سے سعی کرنا۔

دفعہ ۱۷:-حکومت کے کسی شعبہ میں خاص کر مجالس مقننہ میں جب کبھی ایسے معاملات پیش آجائیں جن کا مذہب سے تعلق ہو تو اس قسم کے تمام معاملات کو امارت شرعیہ بہار واڑیسہ میں بھیجنا تاکہ صوبہ کے تمام اسلامی فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہر فرقہ کے مستند عالم دین سے استصواب رائے کے بعد وہ جو کچھ مشورہ دے اس کے مطابق عمل کرنا یا خود امارت شرعیہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے مستند علماء دین کے استصواب رائے کے بعد کسی مسودۂ قانون کو پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرے، اور وہ پارٹی کو اس کی طرف توجہ دلائے تو ایسے مسودۂ قانون کو مجالس مقننہ سے منظور کرانے کی سعی کرنا۔

(تشریحی نوٹ) اگر کسی مسودۂ قانون کے متعلق فرق اسلامیہ کے مذہبی مسائل میں اختلاف ہو تو اس فرقہ کے مستند عالم دین اپنے فرقہ کی طرف سے جو رائے دیں گے اس کی اطلاع امارت شرعیہ پارٹی کو دے گی، تاکہ قانون میں ہر فرقہ کی رعایت ہو جائے، اور کوئی ایسا قانون نہ بن جائے جو کسی فرقہ کے مذہب کے خلاف اس فرقہ پر نافذ ہو جائے۔

باب سوم (پارٹی کی رکنیت اور اس کی تشکیل)

دفعہ ۱۸:-اس پارٹی کا ہر وہ شخص ممبر ہو سکتا ہے جو:

(الف) مرد مسلمان ہو

(ب) عاقل و بالغ ہو

(ج) صوبہ بہار کا باشندہ ہو

(د) اور پارٹی کے تمام اغراض و مقاصد سے متفق ہو

(س) دو آنہ سالانہ فیس رکنیت ادا کرتا ہو۔

جنرل کمیٹی

دفعہ ۱۹:- پارٹی کی ایک مرکزی مجلس ہوگی، جس کا نام جنرل کمیٹی ہوگا،اوراس کے ارکان کی تعداد ستر (۷۰)ہوگی، جس کی تشکیل حسب ذیل طریق پر ہوگی۔

(الف)ہر ضلع بارہ (۱۲) نمائندے جنرل کمیٹی کے لئے منتخب کرے گا۔

(ب)صوبہ کے پانچ (۵) انتخابی شہری حلقوں کو جداگانہ حق نمائندگی مثل اضلاع کے حاصل ہوگا۔

(ج)جن اضلاع میں ایک سے زیادہ انتخابی حلقے ہوں گے اس ضلع کے بارہ نمائندوں کو اسی ضلع کے حلقوں پر تقسیم کردیا جائے گا،چونکہ شہری حلقوں کی نمائندگی علٰحدہ دے دی گئی ہے،اس لئے اس تقسیم میں دوبارہ حق نمائندگی نہیں دے جائے گی،اور جہاں دو اضلاع مل کر ایک ہی انتخابی حلقہ بنا ہو تو وہاں دونوں اضلاع کو ملا کر بارہ (۱۲) اراکین کی نمائندگی دی جائے گی۔

(د)جنرل کمیٹی اپنے جلسہ میں تیس (۳۰) اشخاص کو خود منتخب کرے گی۔

دفعہ ۲۰:-جنرل کمیٹی کے حسب ذیل عہدہ دار ہوں گے: صدر ایک، نائبین صدر چار، جنرل سیکریٹری ایک، جوائنٹ سیکریٹری چار، خازن ایک۔

ان عہدہ داروں کا انتخاب جنرل کمیٹی میں ہوگا۔

دفعہ ۲۱:-جنرل کمیٹی کا ایک تنخواہ دار نائب سیکریٹری ہوگا۔

دفعہ ۲۲:-جنرل کمیٹی کے تمام ارکان اور عہدہ داروں کو سالانہ تین (۳) روپے چندہ ادا کرنا لازمی ہوگا۔

دفعہ ۲۳:- اس پارٹی کی ایک مجلس عاملہ ہوگی، جس کے ارکان کی تعداد پینتیس (۳۵) ہوگی، اوران کا انتخاب جنرل کمیٹی کے جلسہ میں ہوگا۔

دفعہ ۲۴:-جنرل کمیٹی کے جو عہدہ دار ہونگے وہی مجلس عاملہ کے بھی عہدہ دار ہونگے۔

دفعہ ۲۵:- جنرل کمیٹی کے منتخب شدہ ارکان کی تعداد جب پچھتر (۷۵) تک ہوجائے گی، تو یہ تعداد جدید جنرل کمیٹی کے انعقاد کے لئے کافی ہوگی،اور جب تک پچھتر (۷۵) کی تعداد پوری نہ ہوگی، سابق کمیٹی بدستور قائم رہے گی اوراس کی تمام کاروائی حسب قواعد وضوابط جائز متصور ہوگی۔

دفعہ ۲۶:- جنرل کمیٹی کی پہلی تشکیل کے لئے دفعہ ۱۹ کی پابندی لازمی نہ ہوگی، لیکن جب اس پارٹی کی شاخیں صوبہ کے تمام یا اکثر اضلاع میں قائم ہو جائیں تو جنرل سکریٹری کا فرض ہو گا کہ وہ تمام اضلاع کی شاخوں میں نمائندوں کے انتخاب کے لئے ایک تاریخ مقرر کرے، اوران شاخوں کے سیکریٹریوں کو اس کی اطلاع دے دے کہ وہ حسب دفعہ ۱۹ نمائندوں کے نام منتخب کر کے صدر دفتر میں کسی معینہ تاریخ تک بھیج دیں۔

دفعہ ۲۷:(الف) جب ۷۵ نمائندوں کے نام حسب دفعہ ۲۵ صدر دفتر میں آجائیں تو سکریٹری کا فرض ہو گا کہ دوماہ کے اندر جنرل کمیٹی کا ایک جلسہ طلب کرے جس میں قدیم اور جدید ارکان مدعو ہوں اور قدیم ارکان اپنا جلسہ کر کے جدید کمیٹی کی تشکیل کریں اوراس کمیٹی کے بعد تمام کام اس کے سپرد کر دیں

(ب) جنرل سکریٹری جو حسب دفعہ ۱۹ بنے گی، اس کی مدت ایک سال کی ہوگی، لیکن ملک کے حالات اور سیاسی مصالح کی بنا پر کمیٹی کی مدت میں ایک سال تک توسیع بھی ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۲۸:- (الف) جنرل کمیٹی کے جلسہ کا نصاب (کورم) پچاس (۵۰) ہو گا، جب کہ وہ حسب دفعہ ۱۹ قائم ہوئی ہو گی اور عارضی کمیٹی جو حسب دفعہ ۲۶ قائم ہو اس کا نصاب بارہ (۱۲) ہو گا۔

(ب) مجلس عاملہ کے جلسہ کا نصاب (کورم) نو (۹) ہو گا۔

دفعہ ۲۹:- جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے جلسوں کا انعقاد جب باضابطہ تکمیل نصاب کے بعد شروع ہو جائے تو جب تک اور جتنے دنوں تک اجلاس ہو تا رہے، اس میں نصاب کی تکمیل ضروری نہیں ہو گی۔

دفعہ ۳۰:- جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے باضابطہ مدعو جلسہ میں نصاب (کورم) اگر پورا نہ ہو تو اس وقت مقررہ پر یہ جلسہ منعقد نہ ہو گا لیکن اگر سکریٹری نے اس دعوت میں یہ اطلاع بھی ممبروں کو دے دی ہو کہ اگر نصاب (کورم) پورا نہ ہو گا تو جلسہ وقت مقررہ پر دوسرے روز فلاں جگہ ہو گا، تو دوسرے روز یہ ملتوی شدہ جلسہ اسی جگہ ہو گا جس میں نصاب کی تکمیل ضروری نہ ہو گی۔

دفعہ ۳۱:- جنرل کمیٹی اوراس کے ماتحت کمپنیوں کے تمام جلسوں میں بصورت اختلاف آراء کثرت رائے سے فیصلہ ہو گا۔

دفعہ ۳۲:- تمام کمیٹیوں کے ہر رکن کی ایک رائے شمار ہو گی، بصورت اختلاف رائے صدر کی رائے دو

رایوں کے برابر ہو گی۔

باب چہارم

جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے فرائض واختیارات

دفعہ ۳۳:- جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ پارٹی کے اغراض ومقاصد مصرحہ باب دوم کے ماتحت تجاویز پروگرام منظور کر سکتی ہے۔

دفعہ ۳۴:- مجلس عاملہ کی جدید تشکیل جنرل کمیٹی اپنے باضابطہ اجلاس میں کرے گی۔

دفعہ ۳۵:-جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کو اختیار ہو گا کہ وہ دیگر سب کمیٹیاں حسب ضرورت بنائیں اوراس کے حدودواختیارات وفرائض کی تعیین کردیں۔

دفعہ ۳۶:- مجلس عاملہ کی تجاویزوپروگرام میں جنرل کمیٹی ترمیم و تنسیخ کر سکے گی۔

دفعہ ۳۷: - مجلس عاملہ کا فرض ہو گا کہ وہ جنرل کمیٹی کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب کاروائی کرے، نیز اس کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی سعی کرے۔

دفعہ ۳۸:-پارٹی کی مالیات کا حساب وکتاب کی نگرانی جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے ذمہ ہو گی۔

دفعہ ۳۹:- مجلس عاملہ دستور ہذا کے باب دوم کے کسی دفعہ میں کسی تغیر و تبدل کی مجاز نہیں ہو گی لیکن دیگر ابواب کے دفعات میں حسب ضرورت تغیرو تبدل کر سکتی ہے۔

دفعہ ۴۰-جنرل کمیٹی عہدہ داروں کو کسی وجہ معقول سے معزول اور منتخب کر سکتی ہے، اسی طرح کسی رکن کو بھی۔

دفعہ ۴۱:-جنرل کمیٹی اپنے ارکان اور عہدہ داران کا استعفیٰ قبول یاواپس کر سکتی ہے۔

دفعہ ۴۲:- جنرل کمیٹی میں جب کوئی جگہ کسی ممبر کی کسی وجہ سے خالی ہوجائے، یا کسی ضلع کی کمیٹی سے نمائندوں کے نام صدر دفتر میں موصول نہ ہوں تو کمیٹی خالی جگہوں کے لئے اوراس ضلع کے نمائندوں کے لئے ممبر منتخب کرے گی۔

دفعہ ۴۳:-حسب دفعہ ۱۹ ضمن (د) کے ماتحت جب بیس (۲۰) نمائندوں کا انتخاب کرے گی، تواس

وقت یہ لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ دس (۱۰) نمائندے کاشتکاروں اور مزدوروں کی انجمن سے مسلمان نمائندے کو طلب کرے اگر وہ اپنے نمائندے نہ بھیجیں تو جنرل کمیٹی کو اختیار ہے کہ دس (۱۰) کاشتکاروں اور مزدوروں کو از خود منتخب کرے۔

دفعہ ۴۴:- جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ اپنے باضابطہ جلسوں میں گذشتہ جلسوں کی کاروائی کی تصدیق و تصحیح کرے گی، اوران کو اختیار ہوگا کہ اپنے منظور شدہ تجاویز وپروگرام میں ترمیم و تنسیخ کریں۔

دفعہ ۴۵:- مجلس عاملہ کو اپنے ممبر یا عہدہ داروں کے استعفیٰ کے قبول اور واپس کرنے کا اختیار ہوگا، و نیز یہ کہ جو جگہ مجلس عاملہ میں کسی وجہ سے خالی ہو جائے اس کی جگہ دوسرے ممبر اور عہدہ دار منتخب کرے

دفعہ ۴۶:- مجلس عاملہ کا فرض ہوگا کہ جنرل کمیٹی کے پاس شدہ تجاویز کو کامیاب کرے، و نیز یہ کہ پارٹی کے اغراض و مقاصد اور جنرل کمیٹی کی طے شدہ پالیسی و تجاویز کے ماتحت تجاویز اور پروگرام منظور کرکے مناسب کاروائی کرے۔

دفعہ ۴۷:- مجلس عاملہ کو ماتحت مجالس کی شکایات و نزاعات سننے اور فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا، و نیز یہ کہ صدر دفتر کے ملازمین کے تقرر و معزولی اوران کی شکایات کی سماعت و فیصلہ کا حق ہوگا۔

دفعہ ۴۸:- اگر کوئی رکن پارٹی کے اصول و ضوابط یا طے شدہ تجاویز یا پالیسی کی ایسی خلاف ورزی کرے جس سے پارٹی کے وقار کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو تو مجلس عاملہ کو یہ حق ہوگا کہ اگر افہام و تفہیم کے بعد بھی وہ ممبر اپنی حرکت سے باز نہیں آئے تو اس کا نام ممبری سے خارج کردے۔

دفعہ ۴۹:- اگر کسی ممبر کو مجلس عاملہ یا جنرل کمیٹی کے عہدہ داروں سے یا پارٹی کے ممبر سے کوئی شکایت ہو اور وہ ان دو مجالس یا کسی ایک میں پیش کردے تو وہ اس شکایت کی سماعت کرے گی، اور بیان شکایات اور اس کے جواب کے وقت دونوں فریق مجلس میں موجود رہیں گے، لیکن مجلس وقت بحث باہم اور فیصلہ ہر فریق کو مجلس سے علٰحدہ رہنے کی ہدایت کرے گی اور یہی طریقہ ہر دو مجالس اس وقت اختیار کریں گی جب کسی ممبر کو دوسرے ممبر سے شکایت ہو۔

دفعہ ۵۰:- جب پارٹی مجلس مقننہ میں اپنے نمائندوں کو بھیجنا طے کرے اور جو تجویز یا پالیسی جنرل کمیٹی یا مجلس عاملہ منظور کرے یا کوئی عہد نامہ تیار کرے یا کوئی پابندی نمائندوں پر عائد کرے تو انہیں اس کی

پابندی لازمی ہوگی۔

دفعہ ۵۱:- مجلس عاملہ اور جنرل کمیٹی جب مناسب سمجھے سال میں ایک مرتبہ صوبہ کے کسی ضلع میں ایک کانفرنس کا انعقاد کرے، جس میں صوبہ کی جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے ممبروں وعہدہ داروں کے علاوہ حسب ذیل ممبران واشخاص بھی شریک ہوسکتے ہیں، اور یہ کانفرنس پراونشل انڈی پنڈنٹ کانفرنس کے نام سے موسوم ہوگی۔

(الف) اضلاع کے عام ممبران (ب) ہر ضلع کمیٹی کے ارکان وعہدہ دار۔

(ج) وہ اشخاص جن کو مجلس عاملہ یا اس کے عہدہ دار خصوصیت سے مدعو کریں۔

(د) عام مسلمان یا دیگر قوموں کے افراد بہ حیثیت وزیٹر۔

دفعہ ۵۲:- (الف) جب کبھی انڈی پنڈنٹ کانفرنس حسب دفعہ ۵۱ منعقد ہوگی، تو کانفرنس کے اجلاس عام میں تمام شرکائے اجلاس کو ہر تجویز پر بحث کرنے کا اختیار ہوگا، سوائے ان اشخاص کے جو دفعہ ۵۱ ضمن (د) کے ماتحت شریک ہوں اوروقت رائے شماری تمام شرکائے اجلاس کو رائے دینے کا حق ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو حسب دفعہ ۵۱ ضمن "ج" و "د" شریک اجلاس ہوں۔

(ب) کانفرنس کو اختیار ہوگا کہ مجلس عاملہ یا جنرل کمیٹی کی تجاویز کو مسترد یا اس میں ترمیم کرے، یا کوئی دوسرا پروگرام مرتب کرے، اسی طرح جنرل کمیٹی کو بھی مجلس عاملہ کی تجاویز میں ترمیم یا رد کا اختیار ہوگا۔

دفعہ ۵۳:- کانفرنس کے انتظامات اوراس کی کاروائی کے لئے مجلس عاملہ جو قواعد بنائے گی اس کی پابندی لازمی ہوگی۔

دفعہ ۵۴:- سالانہ کانفرنس بالعموم سال میں ایک دفعہ اور جنرل کمیٹی کی مجلس بالعموم سال میں دومرتبہ ہوگی، اور مجلس عاملہ کا جلسہ کم سے کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ لیکن غیر معمولی حالات میں مجلس عاملہ، جنرل کمیٹی اور کانفرنس کا اجلاس اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے۔

دفعہ ۵۵:- اگر جنرل کمیٹی یا مجلس عاملہ کا جلسہ معمولی صدر و سکریٹری طلب نہ کریں تو جنرل کمیٹی کے دس (۱۰) ممبران اور مجلس عاملہ کے پانچ (۵) ممبران کے دستخطوں سے جلسہ طلب ہوسکتا ہے مگر شرط

یہ ہے کہ پہلے یہ دستخط کرنے والے ممبران صدر و سکریٹری کو بذریعہ جلسہ طلب کرنے کی فرمائش کریں ،اوراس فہمائش کے باوجود صدر و سکریٹری جلسہ طلب نہ کریں تو مذکورالصدر تعداد میں ممبران اپنے دستخطوں سے جلسہ طلب کرسکتے ہیں۔

اسی طرح غیر معمولی حالات میں بھی ممبروں کو اسی قاعدہ کے مطابق خاص جلسہ طلب کرنے کا اختیار ہو گا۔

دفعہ ۵۶:-کانفرنس کے صدر کا انتخاب مجلس عاملہ کرے گی اور کانفرنس کی صدارت کے لئے ضروری نہیں کہ اسی صوبہ کا کوئی آدمی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ پارٹی کے اغراض و مقاصد سے متفق ہو۔

دفعہ ۵۷:- اضلاع کی ماتحت مجالس کے قواعد و ضوابط کی منظوری اوران مجالس کے الحاق کو توڑنے کا حق مجلس عاملہ کو ہو گا۔

باب پنجم (عہدہ داروں کے فرائض واختیارات)

دفعہ ۵۸:-جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے جلسوں کی صدارت منتخب شدہ صدر کرے گا،اور صدر کی عدم موجودگی میں کوئی نائب صدر کرے گا،بشرطیکہ جلسہ میں ایک بھی نائب صدر موجود ہو،اگر چند نائب صدر ہوں،توجس نائب صدر کی صدارت پر کثرت رائے ہو وہی صدر جلسہ قرار پائے گا۔

دفعہ ۵۹:-صدر یا قائم مقام صدر کا فرض ہو گا کہ جلسہ میں ضبط و نظم کو قائم رکھیں۔

دفعہ ۶۰:- صدر کو اختیار ہو گا کہ ایجنڈا کے غور طلب امور میں سے جس امر کو چاہیں بحث وفیصلہ کے لئے پہلے اختیار کرے یعنی ایجنڈا کی ترتیب لازمی نہیں ہو گی، لیکن یہ ضرور ہے کہ ایجنڈا کے اموران امور پر مقدم ہونگے جو صدر کی اجازت سے پیش ہونگے۔

دفعہ ۶۱:-صدر و سکریٹری کو اختیار ہو گا کہ پارٹی کے مقاصد اور پالیسی کے ماتحت اعلانات شائع اور سرکلر جاری کرے۔

دفعہ ۶۲:-صدر کو سکریٹری اور کارکنان دفتر کے کاموں کی نگرانی کا حق ہو گا۔

دفعہ ۶۳:-سکریٹری کو اختیار ہو گا کہ خزانہ سے کوئی رقم اپنے دستخط سے ان حدود کے اندر برآمد کرے

جو مجلس عاملہ نے معین کر دیا ہو۔

دفعہ ۶۴:-صدر کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی غیر موجودگی میں کسی ایک نائب کو اپنے کل اختیارات یا بعض تفویض کرے، اور جب صدر بغیر تفویض اختیارات دو تین ماہ کے لئے صوبہ سے باہر جائے تو باجازت مجلس عاملہ کوئی نائب صدر صدارت کے فرائض و اختیارات کو استعمال کر سکتا ہے۔

دفعہ ۶۵:-جنرل سکریٹری کے حسب ذیل فرائض و اختیارات ہونگے:

(الف) دفتر کی تنظیم و ترتیب اور دستور ہذا کے اصولوں اور طے شدہ تجاویز و پالیسی کے ماتحت ضروری مراسلات جاری کرنا، لیکن کسی اعلان عام یا اہم سرکلر کے لئے ضروری ہے کہ اس کی منظوری صدر سے حاصل کر لی جائے۔

(ب) جنرل کمیٹی، مجلس عاملہ اور کانفرنس کے اجلاسوں کی کاروائیوں کو منضبط کرنا اور ان کو رجسٹروں میں محفوظ رکھنا اور کارکنان صدر دفتر و ماتحت مجالس کے کاموں و دفتروں کی نگرانی کرنا ہے۔

(ج) آمد و خرچ کا حساب و کتاب صاف رکھنا۔

(د) پچاس (۵۰) روپیہ تک کے ملازم کا تقرر یا برطرف کرنا، لیکن اس سے زیادہ کے لئے صدر کی تحریری اجازت ضروری ہو گی، اور بہر صورت ہر تقرری اور برطرفی کو مجلس عاملہ یا جنرل کمیٹی میں پیش کرنا ہو گا۔

(ہ) شش ماہی میزانیہ اور آخر سال میں کل آمد و خرچ کا گوشوارہ مجلس عاملہ میں پیش کرنا۔

(و) پارٹی کے جملہ رقوم کو خازن کے پاس جمع کر کے دستخط حاصل کرنا۔

(ز) دفتری اور دیگر اخراجات کے لئے سو روپیہ کی رقوم جنرل سکریٹری اپنی تحویل میں رکھ سکتا ہے۔

(ح) میزانیہ کے علاوہ غیر معمولی اخراجات پچاس (۵۰) روپیہ تک بہ اختیار خود اور سو (۱۰۰) روپیہ تک باجازت صدر جنرل سکریٹری کر سکتا ہے۔

(ط) اضلاع کی کسی کمیٹی کی تنظیم اور اس کی نگرانی کے لئے یا پارٹی کے مقاصد کے نشر و اشاعت کے لئے دورہ کرنا۔

دفعہ ۶۶:- جوائنٹ سکریٹری جنزل سکریٹری کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوں گے، اور اگر جنزل سکریٹری کسی کو قائم مقامی کے بغیر صوبہ سے باہر ایک ماہ یااس سے زائد کے لئے چلا جائے جائے توصدر جس کو قائم مقام کردے گاوہ جنزل سکریٹری کے اختیارات کواستعمال کرے گا،اور سکریٹری جوکام جس جوائنٹ سکریٹری کے سپرد کرے وہ اس کوانجام دے گا۔

دفعہ ۶۷:-خازن کافرض ہوگا کہ پارٹی کی تمام رقوم جواس کی تحویل میں دی جائیں اور برآمد ہوں مفصل حساب ایک مستقل کتاب میں رکھے۔

دفعہ ۶۸:- خازن کافرض ہوگا کہ سکریٹری کے تحریری مطالبہ پرکوئی رقم خزانہ سے واپس کرے اوران تجاویز کوپیش نظر رکھے جومالیات کے جمع وبرآمد کے متعلق مجلس عاملہ منظور کرے۔

باب ششم (مالیات)

دفعہ ۶۹:-پارٹی کے حسب ذیل ذرائع آمدنی ہونگے۔

(الف) ممبران جنزل کمیٹی ومجلس عاملہ کی فیس رکنیت۔

(ب) ضلع کی کمیٹیوں کی معرفت جورقم وصول ہوں۔

(ج) عطیات جوممبروں اور ہمدردوں سے وصول ہوں۔

(د) سیاسی اقتصادی اصلاحی کتب کی اشاعت سے جورقم وصول ہوں۔

(ہ) اوروہ تمام رقوم جومجلس کی تجاویز کے ماتحت پارٹی کے فنڈ میں محسوب ہوسکتی ہے۔

دفعہ ۷۰:-پارٹی فنڈ کاتمام روپیہ اس دستور کے قواعد اور مجلس عاملہ کی تجاویز کے ماتحت خرچ ہوگا۔

دفعہ ۷۱:-پارٹی کے لئے رقم دینے والوں کوپختہ رسید دینالازم ہوگا جس پرپارٹی کی مہراور جنزل سکریٹری کی دستخط ہوگی۔

باب ہفتم (ضلع کمیٹیوں کے فرائض واختیارات)

دفعہ ۷۲:- ضلع کی مجالس اور کمیٹیوں کواختیار ہوگا کہ وہ اس دستور کی روشنی میں اپنے لئے قواعد وضوابط وضع کریں،بایں شرط کہ کوئی قاعدہ وضابطہ دستور ہذا کے کسی دفعہ کے خلاف نہ ہو۔

دفعہ ۷۳:- تمام ضلع وار کمیٹیوں اور ماتحت مجالس کا فرض ہو گا کہ جنرل کمیٹی، مجلس عاملہ اور کانفرنس کے اجلاس کے جملہ منظورشدہ تجاویز کا احترام کریں، اور تمام عملی تجاویز کو اپنے حلقہ میں کامیاب کرنے کی پوری سعی بلیغ کریں۔

دفعہ ۷۴:- تمام ضلع کمیٹیوں کا فرض ہو گا کہ عام ممبروں کے نام و پتہ کی فہرست اور ان کے قرطاس رکنیت کو تا انتخاب ثانی محفوظ رکھیں۔

دفعہ ۷۵:- تمام ضلع کے ماتحت مجالس کا فرض ہو گا کہ اپنی جملہ آمدنی کا ایک چوتھائی جنرل کمیٹی کے صدر دفتر میں ہر سہ ماہی کے اندر روانہ کریں۔

دفعہ ۷۶:- ہر ضلع کی کمیٹیوں کا فرض ہو گا کہ:

(الف) صدر دفتر کے ہر سرکلر کے مطابق عمل کریں۔

(ب) اور جو تجویز و پروگرام صدر دفتر سے شائع ہو اپنے حلقہ کے عام مسلمانوں خاص کر پارٹی کے تمام ممبروں میں اس کو مقبول بنانے کی سعی کریں۔

دفعہ ۷۷:- ضلع کی کمیٹیوں کا فرض ہو گا کہ اگر وہ اپنے لئے کوئی قاعدہ وضابطہ وضع کریں تو اس پر عمل درآمد سے پہلے پارٹی کے صدر اور مجلس عاملہ سے اس کی منظوری حاصل کریں۔

دفعہ ۷۸:- ضلع کی کمیٹیاں اپنے جلسوں میں تجاویز و عملی پروگرام منظور کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ پارٹی کے مقاصد و پالیسی اور جنرل کمیٹی و مجلس عاملہ کی تجاویز و پروگرام کے خلاف نہ ہوں اور شرط یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے سے پہلے صدر دفتر کو اس کی اطلاع دی جائے۔

دفعہ ۷۹:- ضلع کمیٹیوں کے ماتحت تھانہ کمیٹی اور تھانہ کمیٹی کے ماتحت مواضعات کی حلقہ کمیٹیاں ہوں گی جن کی تنظیم و نگرانی ضلع کمیٹیوں کے ذمہ ہو گی۔

دفعہ ۸۰:- ہر ماتحت کمیٹی اپنے عہدہ دار (سکریٹری، صدر، خازن) اپنے ممبروں میں سے خود منتخب کرے گی[55]۔

-----حواشی---

55 - حسن حیات ص ۳۲۶ تا ۳۳۸۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام قواعد وضوابط مفکر اسلام حضرت مولانا سجادؒ کے ذہن رسا کی دین ہیں، ان سے آپ کی دوراندیشی اور سیاسی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

پارٹی کی طرف سے انتخابات میں شرکت کا اعلان

اس کانفرنس میں ملی، قومی اور بین الاقوامی مسائل پر کئی اہم تجاویز بھی منظور کی گئیں، چونکہ ۱۹۳۶ء ہی سے بہار میں مجلس قانون ساز کے عام انتخابات کی تیاریاں ہونے لگی تھیں، اس لئے اس کانفرنس میں یہ تجویز بھی بڑے زوروشور سے پاس ہوئی، کہ ہونے والے انتخابات میں مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی بھی الیکشن میں حصہ لے گی، تجویز کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"ہرگاہ کہ مجلس مقننہ جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت قائم ہوگی، ان کے ذریعہ باشندگان ملک کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً اہم تعمیری خدمت ان کی ضروریات وحاجات کے لحاظ سے ناممکن ہے، اوراس کے ساتھ اس امر کا بھی اندیشہ ہے، کہ مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی ان مجالس کے لئے حریت پرور اور حق پسند مسلمانوں کو امیدوار کھڑا نہ کرے تو ایک طرف ایسے مسلمان جو رجعت پسند ہیں، ان مجالس میں پہونچ کر نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے کے باعث ہونگے، بلکہ ملک کے غریب طبقہ کو، مسلمانوں کو خصوصاً نقصان ہوگا، اور دوسری طرف عام مسلمین کو۔۔ عظیم صدمہ لاحق ہوگا، اس لئے بہار پراونشل مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے، کہ ان دوہری مضرتوں سے مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی کریڈ اور پالیسی کے ٹکٹ پر لائق امیدوار مجالس مقننہ کے لئے کھڑے کئے جائیں اور یہ کانفرنس پارٹی کی مرکزی مجلس عاملہ کو کامل اختیار دیتی ہے کہ انتخابی منشور تیار کرکے شائع کرے، اور شرائط

امیدوار وغیرہ مرتب کرکے انتخاب کے لئے ہر مناسب وجائز کاروائی کرے"[56]۔

حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"انتخابات میں حصہ لینے سے مولانا کا ایک مقصد یہ بھی تھا، کہ رفتہ رفتہ آئینی طریقہ پر مذکورہ بالا مقاصد کی طرف قدم بڑھایا جائے، اور مرکزی وصوبائی مجالس قانون ساز سے ایسے قوانین مرتب کرائے جائیں، جو صحیح اسلامی اصول پر مرتب کئے گئے ہوں، اور جن کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہو (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "پارٹی کا منشور عام اور پارٹی کانفرنس کا خطبۂ استقبالیہ")[57]

پارٹی کی مجلس عاملہ کا اجلاس

مذکورہ کانفرنس کے چند دنوں کے بعد ۱۷/ ستمبر ۱۹۳۶ء (یکم رجب المرجب ۱۳۵۵ھ) کو پارٹی کی مجلس عاملہ منعقد ہوئی، جس نے پارٹی کا (مذکورہ بالا) دستور منظور کیا اور انتخابات کے تعلق سے چند اہم تجاویز بھی منظور کیں۔ بعد ازاں انتخابی منشور اور عہد نامہ برائے امیدوار بھی مرتب کئے گئے۔

ملاحظہ ہو کاروائی مجلس عاملہ انڈی پنڈنٹ پارٹی:

"آج بتاریخ ۱۷/ ستمبر ۱۹۳۶ء بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے دفتر واقع مرادپور بانکی پور پٹنہ مجلس عاملہ کا اجلاس مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی صدارت میں منعقد ہوا، حسب ذیل اراکین عاملہ شریک تھے:

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۲) حاجی شرف الدین حسن باڑھ (۳) مسٹر محمد محمود بیرسٹر (۴) ڈاکٹر سید عبدالحفیظ فردوسی (۵) مسٹر محمد یونس بیرسٹر (۶) مولوی خلیل احمد وکیل (۷) قاضی احمد حسین (۸) تجمل حسین بیرسٹر (۹) مولانا سید منت اللہ (۱۰) حافظ محمد ثانی (۱۱) مولانا محمد یسین (۱۲) مولانا محمد عثمان غنی (۱۳) مولانا

-----حواشی---

[56] - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص ۳۵۲، ۳۵۳ مضمون مولانا سہیل اختر قاسمی بحوالہ: نقیب ۵/ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲/ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

[57] - حیات سجاد ص ۱۶۵ مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

عبد الصمد رحمانی (۱۴) مولوی محمد حفیظ ایڈوکیٹ۔

تجاویز

تجویز نمبر ا:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بناتا ہے اور اس کو اختیار دیتا ہے، کہ وہ مینی فیسٹو کو ان اہم الفاظ کی روشنی میں جن کو مجلس عاملہ نے بحث کر کے ضبط کیا ہے، پھر سے مرتب کر کے مجلس عاملہ کی طرف سے شائع کردے۔

ارکان کمیٹی برائے مرتب کردن منشور برائے انتخابات

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۲) قاضی احمد حسین (۳) مولوی خلیل احمد وکیل (۴) مولانا عبد الصمد رحمانیؒ۔

تجویز نمبر ۲:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے، کہ انتخابی اعلان اردو اور انگریزی اخبار میں شائع کر دیا جائے، اور مستقلاً بھی رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے۔

تجویز نمبر ۳:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ عہد نامہ درخواست امیدواران کو منظور کرتا ہے ،اور فیس امیدواری اسمبلی کے لئے مبلغ ۲۵ روپے، کانسل کے لئے مبلغ پچاس (۵۰) روپے اور کانسل آف اسٹیٹ کے لئے ایک سو (۱۰۰) روپے پارٹی فنڈ کے لئے مقرر کرتا ہے۔

تجویز نمبر ۴:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ درخواست امیدواری کی آخری تاریخ ۲۰/ اکتوبر مقرر کرتا ہے، اور طے کرتا ہے کہ تمام درخواستیں جنرل سکریٹری مسٹر محمد محمود بیرسٹر کے نام صدر دفتر بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی مرادپور پٹنہ کے پتہ پر بھیجی جائیں، اور حسب ذیل حضرات کی کمیٹی بناتا ہے، اور انہیں ہدایت کرتا ہے، کہ وہ ضلع اور حلقوں کی کمیٹیوں سے مشورہ کر کے لائق شخص کو نامزد کریں۔

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۲) مولوی خلیل احمد صاحب وکیل (۳) ڈاکٹر عبد الحفیظ

فردوسی (۴) حکیم نوراللہ صاحب (۵) مولوی محمد اسمعیل خان صاحب (۶) مولانا عبدالودود صاحب (۷) مولانا محمد عثمان غنی صاحبؒ۔

تجویز نمبر ۵:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ڈویزن کانفرنس کے لئے ضلع کمیٹی سے خط وکتابت کی جائے۔

تجویز نمبر ۶:- مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے، کہ چاروں ڈویزن کے کاموں کی نگرانی اور پارٹی کی پالیسی کو مقبول عام بنانے کے لئے چار مقرر کا تقرر کیا جائے، اوراس کا بار نمائندوں پر ڈالا جائے[58]۔

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا انتخابی منشور عام

اس موقعہ پر پارٹی کا جو انتخابی منشور عام جاری کیا گیا وہ بھی بہت جامع، وطن سے محبت اور اسلام پسندی کے جذبات پر مبنی تھا، جس میں جہالت، غربت، بے روزگاری اور بدامنی کے خاتمہ، قدیم تمدنی اقداروروایات اور بنیادی حقوق کے تحفظ اور تعلیمی واقتصادی وسائل کے فروغ کو ضروری اہداف کا درجہ دیا گیا تھا:

"اس ملک میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد جب ایک ایسی اجنبی حکومت قائم ہوگئی، جس کی بنیاد ہندوستان کے فائدہ پر نہیں بلکہ انگلستان کی بدیشی حکومت کے سیاسی واقتصادی فوائد پر رکھی گئی اورملک کے دوسرے باشندوں کی طرح مسلمان بھی محکومانہ زندگی بسر کرنے پر قانع ہوگئے، تو اس کا نتیجہ وہی ہوا جو قدرتاً ہوا کرتا ہے، کہ نہ دولت رہی نہ علم و ہنر، وہ ہندوستان جہاں کے کارخانوں میں ولایت کے جہاز بنتے تھے، جس کے کپڑے کی صنعت اس درجہ پر تھی کہ تقریباً تمام دنیا کی منڈیاں ہندوستانی کپڑوں سے پٹی ہوئی تھیں، جن کی بدولت لاکھوں ہندوستانیوں کی روٹی کا سوال حل ہوتا تھا، جس کے عطر ومسالے اور دیگر اشیائے لطیفہ کی مانگ ساری

-----حواشی-----

58 ۔حسن حیات ص ۷۷ تا ۷۹۔

دنیامیں تھی، انگریزی حکومت کی ناقص حکمت عملی کی بدولت تباہ ہوگیا، اور ہندوستان فلاکت زدوں کی بستی ہوکر رہ گیاہے۔

افلاس

آج سارا ملک افلاس اور غربت کی مصیبت میں مبتلاہے، مسلمانوں کا افلاس اوران کی تنگ دستی اس حدتک پہونچ گئی ہے، کہ تقریباً نوے فی صدی مسلمان نان شبینہ کے محتاج ہیں، تن ڈھانکنے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے بھی میسر نہیں آتے اوربقیہ دس فی صدی اگرچہ اس درجہ محتاج نہیں مگر روٹی اور کپڑے انہیں بھی اطمینان قلب کے ساتھ نہیں ملتے،رات دن اسی فکرمیں سرگرداں وپریشان رہنے پر بھی آبائی عزت و آبروکانباہنامشکل ترہوگیاہے،زمینداروں کے چہرے اداس ، کاشتکاروں کے زرد اوربدن لاغروخشک ہوگئے ہیں،غرض ہندوستان کی معاشی حالت بدسے بدترہے اورمعیشت کی تمام راہیں بندہیں۔

جہالت

نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی دولت وصنعت ہی غارت ہوگئی،بلکہ جہالت بھی عام ہوگئی،قدیم علوم ومعارف جس سے انسانوں کے دماغ میں روشنی پیداہوتی ہے،اخلاق بلندوبرتر ہوتے ہیں،اس کے تمام ذرائع ناپید ہوگئے ہیں،نہ وہ مدارس رہے نہ مسجدوں اورخانقاہوں میں لوجہ اللہ درس دینے والے،نہ ہر گاؤں میں قدیم مکاتب کادستور رہا،جہاں غریب وامیر کے بچے بغیرکسی امتیاز کے مفت تعلیم پاتے تھے،اورجن کے ذریعہ جہالت عامہ کاخاتمہ ہوسکتاتھا،انگریزی حکومت نے اپنے استحکام کے لئے انگریزی زبان کے ذریعہ علوم کی تعلیم کاطریقہ جاری کرکے ملک کومزید تباہی میں مبتلاکردیاجس کانتیجہ یہ ہواکہ اکثر مسلمانوں نے باپ داداکی بچی کھچی جائیداد کوبیچ بیچ کراپنے بچوں کوانگریزی تعلیم دلائی، لیکن یہ انگریزی خوانی بھی

آخر وبال جان ثابت ہوئی، قدیم آداب تہذیب اور سادہ زندگی رخصت ، روح کی پاکیزگی فنا ہو چکی تھی ، پیٹ پالنے کا سہارا صرف ایک انگریزی تعلیم رہ گئی تھی، مگر اس کا بھی اب یہ حال ہے کہ ہمارے ہزاروں نوجوان بی اے ایم اے دربدر خاک چھاننے کے بعد بھی بیکاری اور بے روزگاری کی مصیبت عظمیٰ میں مبتلا ہیں جس سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اسلامی تمدن کی تباہی

انگریزی نظام حکومت اوراس کی پالیسی سے مسلمانوں کی دنیاوی زندگی تو ہر طرح تباہ وبرباد ہو ہی گئی، لیکن سب سے بڑی مصیبت جو نازل ہوئی، وہ یہ ہے کہ اسلامی تمدن و معاشرت اور اسلامی کلچر (شعار) کے تحفظ وبقا کا بھی کوئی ذریعہ باقی نہ رہا، انگریزی عدالتوں ہائی کورٹوں کے غیر مسلم ججوں کی فہم وادراک کے سانچوں میں اسلامی قانون کو ڈھال کر اینگلو محمڈن لا بنادیا گیا، جس کو اسلامی احکام کی تخریب و تنسیخ ہی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے آج بد قسمتی سے مسلمان اس اینگلو محمڈن لاء کو اسلامی قانون سمجھ کر اس کی اتباع پر مجبور ہیں۔

دارالقضاء کا انہدام

مسلمانوں کے باہمی تمدنی ومذہبی معاملات کے انصرام وانفصال کے لئے اسلامی قانون کے مطابق دارالقضاء کا قیام ایک نہایت ضروری امر ہے، انگریزی حکومت نے اسلامی محکمۂ قضا کو توڑ کر دارالقضاء کو بالکل منہدم کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان خالص مذہبی حیثیت سے ہزاروں مصائب میں مبتلا ہیں، دنیا وآخرت تباہ وبرباد ہے، دنیا کی ذلیل ترین زندگی بسر کرنے کے ساتھ صرف ایک محکمۂ قضا نہ ہونے سے بے شمار مسلمانوں کو زبردستی جہنم میں بھیجنے کا سامان مہیا کر دیا گیا کیونکہ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا فیصلہ کسی حال میں غیر مسلم عدالتوں سے جائز

نہیں۔

مجالس مقننہ کا فساد

ان تمام مصائب دینی و دنیوی کے علاوہ انگریزی نظام حکومت کا ایک فساد انگیز کارنامہ یہ ہے کہ قانون سازی کے لئے ایسی اسمبلیاں اور کانسلیں مشترکہ تمام قوموں کے ملک میں قائم کر دی گئی ہیں جن میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قانون بنتے ہیں، اور بنائے جاسکتے ہیں۔

نکاح ہو یا طلاق، حج کا سفر ہو یا مقامات مقدسہ کا قبرستان ہو یا عبادت گاہ او قاف ہوں یا وراثت، کوئی ایک چیز بھی ان مشترکہ مجالس قانون ساز کے احاطۂ اختیار سے باہر اور اور تمام قوانین کی منظوری محض اکثریت کی رائے پر موقوف ہے، جس طرح وہ چاہیں قانون بنائیں، مسلمانوں کے خالص مذہبی احکام تک میں تنسیخ و ترمیم ہو سکتی ہے، اور اس قسم کی فساد انگیز کاروائیوں کے انسداد کا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہ حکومت کے دستور ۱۹۱۹ء میں موجود ہے اور نہ جدید انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں، بلکہ اس آخری دستور سے مسلمانوں کے لئے مزید خطرات لاحق ہو گئے ہیں۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

غلامی پر قناعت

اور اس قسم کے تمام دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری بڑی حد تک مسلمانوں کے سر پر عائد ہوتی ہے، کہ انہوں نے ایک طرف اجنبی حکومت کی غلامی پر قناعت کر لی، جس کے سامنے انگریزوں کا مفاد سب سے مقدم ہے، اور اس کے خود ساختہ قوانین کی بلا چوں وچرا اطاعت کرتے رہے، غریب کاشتکاروں و مزدوروں، کاریگروں کو حکومت کے نظام اور طریق کار سے ناواقف اور اصول کشمکش حیات و رموز زندگی سے بے خبر رکھا۔

نظام ملت سے غفلت

اور دوسری طرف نظام ملت کی طرف سے غفلت برتی گئی جو اسلامی زندگی کا لازمی جزو ہے، جس کو تمام مسلمانوں کی قومی و مذہبی زندگی کا مرکز ہونا چاہئے، اور حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور مذہبی تحفظ کا یہی ایک واحد ذریعہ عقلاً و نقلاً ہے، مگر ہمارے بہت سے مسلمان لیڈروں نے بد قسمتی سے شاید یہ سمجھ رکھا ہے، کہ مسلمانوں کی دنیا اسمبلی و کانسل کی ممبریوں اور سرکاری نوکریوں سے بن جائے گی ،باقی رہا مذہب تو وہ اللہ کا دین ہے وہی اس کا محافظ ہے اس کی ہمیں فکر کرنے کی کیا حاجت۔

تمام مصائب کا علاج

الغرض مسلمانوں کے دین و دنیا کی تباہی کے حقیقتاً دو سبب ہیں، ایک اجنبی حکومت کی محکومی دوسرے نظام ملت کی طرف سے غفلت اس لئے مسلمانوں کے تمام طبقات کاشتکار ہوں یا مزدور، کاریگر ہوں یا بے روزگاران کی حالت سدھرنے کے لئے ضروری ہے کہ اجنبی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کی جائے، تاکہ ملک کی دولت اسی ملک کے باشندوں پر مناسب طریقہ سے تقسیم ہو اور اس ملک کا روپیہ حتی الامکان باہر جانے نہ پائے۔

اسی کے ساتھ مسلمانوں کی قومی خصوصیات اور مذہبی تحفظ کے لئے اسلامی نظام ملت کو جس کا دوسرا نام امارت شرعیہ ہے مضبوط واستوار کیا جائے، تاکہ ان اقیموا الدین ولاتفرقوا فیہ کے فرض سے سبکدوشی حاصل ہو اور اس کی رہنمائی میں تمام مسلمان مذہبی فرقہ بندیوں اور نسلی وقبائلی ٹولی بندیوں سے بالاتر ہو کر متحدہ طاقت کے ساتھ مذہبی احکام و قوانین کے احترام کو قائم کر سکیں، کیونکہ مسلمانوں کی جماعتی زندگی کے قیام کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ جب کسی ملک میں اسلامی

حکومت موجود نہ ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک لائق اعتماد شخص کو امیر منتخب کریں اور تمام مذہبی امور میں جو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو اس میں اس کی اطاعت کریں۔

مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی اہمیت

ان ہی دو اہم مقاصد کے حصول کے لئے عرصۂ زائد ایک سال سے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی صوبہ بہار میں قائم ہوئی ہے، اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے کھوئی ہوئی آزادی اور ضائع شدہ دولت و علم اور برباد شدہ نظام ملت کا حصول ہمت و جرأت کے ساتھ ممکن ہے، اور اس کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں کے تمام طبقات امیر غریب کاشتکار و مزدور بغیر کسی مذہبی اور نسلی تفریق کے مسلم انڈی پنڈنٹ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں اس طرح مسلمانوں کی عزت و آبرو رہ سکتی ہے نہ کہ کسی انگریزی اصلاحات اور ریفارمر کے ذریعہ۔

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی عدم مقبولیت

بلکہ اس پارٹی کو یقین ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء غلامی کا ایک بوجھل طوق ہے، جس سے غریب مسلمان مزید مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں گے، اور اس ایکٹ کے ماتحت جو حکومت قائم ہو گی، اس سے ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً کسی فائدہ کی توقع نہیں ہے، اور اسی وجہ سے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس نے ایک مفصل تجویز میں اس کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اس کی عدم قبولیت کا اعلان کر دیا ہے۔

آزاد دستور حکومت کی تشکیل

اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہی دستور حکومت قابل قبول ہو سکتا ہے، جس کو ہندوستانی اقوام کے مختلف نمائندے باہمی مفاہمت سے تیار کریں، جس کی بنیاد کامل جمہوریت

پر ہو اور یہ کہ دستور میں تمام اقلیتوں کے حقوق کی کافی ضمانت ہو اسی کے ساتھ مسلمانوں کے لئے خصوصیت سے دستور میں یہ ضمانت ہو کہ اسلامی احکام میں جمہوری حکومت کوئی مداخلت نہیں کرے گی، اور یہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کے انفصال وانصرام کے لئے مستقل نظام احکام اسلام کے مطابق قائم کیا جائے گا، جس کی جمہوری حکومت ذمہ دار ہو گی۔

مجالس مقننہ کی نمائندگی

اس پارٹی کو یقین ہے کہ جب تک آزادی حاصل نہیں ہوتی، اور آزاد دستور حکومت تیار نہیں ہوتا، ان تمام مصائب کو دور کرنا جس میں اہل ملک عموماً اور مسلمان خصوصاً برطانوی حکومت کی وجہ سے مبتلا ہو گئے ہیں ناممکن ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ برطانوی حکومت کی قائم کردہ مجلس مقننہ کے ذریعہ آزادی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انگریزی حکومت رجعت پسند نمائندوں کے ذریعہ غلامی کی مدت کو طویل کر سکتی ہے اور غریب کاشتکاروں اور مزدوروں اور کاریگروں کو زیادہ تباہی میں مبتلا کیا جاسکتا ہے، ان تمام مضرتوں سے اہل ملک اور مسلمانوں کو بچانے کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ مسلم انڈی پنڈنٹ کے ٹکٹ پر لائق و قابل اور باہمت مسلمانوں کو مجالس مقننہ میں بھیجا جائے۔

نمائندوں کی حکمت عملی

ہمارے نمائندے اپنی حکمت عملی سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو ان نقصانات سے بچانے کی سعی کریں گے جو غیر مسلم و مسلم رجعت پسندوں یا انگریزوں کی پالیسی سے پہونچنے کا اندیشہ ہے، بلکہ سعی کریں گے کہ:

ا:- ان متشددانہ قوانین کو منسوخ کرایا جائے، جو شخصی حریت یا پریس کی آزادی میں

حائل ہیں۔

۲:-ان قوانین کو منسوخ کرایا جائے، جن سے مذہب اسلام میں مداخلت ہوگئی ہے ،اوران مسودات قانون کی مخالفت کی جائے، جن سے اسلامی یا قومی مفاد کونقصان پہونچنے کااندیشہ ہو۔

۳:- اس وقت تک کمیونل ایوارڈ کی مخالفت کی جائے،جب تک کہ باہمی مفاہمت سے اس کانعم البدل حاصل نہ ہو جائے۔

۴:-رعایاپر سے ٹیکسوں کابار کم ہو۔

۵:-دینی تعلیم سرکاری اثرات سے آزاد ہو کر جمہور مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے،

۶:- نہر وآب پاشی کے متعلق ایسی اسکیم تیار ہو جو کاشتکاروں کے لئے امکانی آسانی پیدا کرے۔

۷:-ہندستانی (اردو) زبان ورسم الخط تمام محکموں میں جاری ہو۔

۸:- بے ضرورت عظیم الشان فوج اور بے پناہ فوجی اخراجات کابار ہندوستان پر سے کم کیا جائے۔

۹:- نظام حکومت میں خاص کر بڑے بڑے عہدے داروں پر کم سے کم خرچ ہو، تاکہ صوبہ کی سرکاری آمدنی کاروپیہ قوم وملک کی ترقی اور عوام کی فلاح وبہبود پر زیادہ سے زیادہ خرچ ہو، اور اگراس تخفیف کو حکومت نے منظور نہیں کیااور پارٹی کے ہاتھ میں آئے، تواس پارٹی کا سرکاری عہدہ داراپنی ذاتی ضروریات کے لئے ایک مناسب رقم لے کر بقیہ رقم اپنی قوم کے تعلیمی اقتصادی مفاد پر خرچ کرنے کے لئے پارٹی کو دے دے گا۔

۱۰:- بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس کے تجویز کردہ پنج سالہ پروگرام کو کامیاب کرنے کی سعی کریں گے یعنی:

(الف) جبری تعلیم اور مدارس شبینہ جاری کئے جائیں گے۔

(ب)نصاب وطریق تعلیم میں انقلاب پیدا ہو اور ہندوستانی (اردو) زبان ذریعۂ تعلیم ہو۔

(ج)نصاب تعلیم سے تمام غلط تاریخی کتابیں خارج ہوں۔

(د)اعلیٰ تعلیم کے اخراجات میں تخفیف ہو۔

(ہ)ہر ضلع میں صنعتی تعلیم کے لئے اسکول جاری ہوں۔

(و)بہار کے تمام اضلاع خاص کر ترہت میں سیلاب کی روک تھام کا کافی سامان کیا جائے۔

(ز)سود کی مصیبت سے ملک کو نجات ہو۔

(ح)کسانوں، مزدوروں، زمینداروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش مناسب قوانین کے ذریعہ دور ہو اور قانون لگان میں مفید اور ضروری ترمیم ہوں۔

غرض ہمارے نمائندے ایسی تجاویز پیش کر کے منظور کرانے کی کوشش کریں گے جن پر عمل کرنے سے ملک و قوم کی اقتصادی، اخلاقی، اور تعلیمی حالت درست ہو سکتی ہے، اور اس قسم کی مفید عام کاروائیوں میں گورنر کی رکاوٹ پیدا کرنے سے نہ صرف یہ کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کا بدترین اور نا قابل قبول ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے گا، بلکہ اس حکمت عملی کے سوا اس کی تبدیلی کی اور کوئی بہتر تدبیر نہیں ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

مگر ان سب امور کے لئے ضرورت ہے کہ تمام مسلمان ان چیزوں کو خود سمجھیں دوسروں کو سمجھائیں، اور عوام کی نمائندہ جماعت مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی ہی کے امیدواروں کو ووٹ دے کر مجالس قانون ساز میں بھیجیں اور رجعت پسندوں، حکومت کی جماعتوں یا افراد کے غلط پروپیگنڈوں سے متأثر نہ ہوں اور ووٹ محض قوم وملت کے مفاد کے لئے استعمال کریں، شخصی یا خاندانی تعلقات کے لئے ہر گز ووٹ نہ

دیں۔

اس لئے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کی مجلس عاملہ تمام مسلمان ووٹروں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس پارٹی کے امیدواروں کو ووٹ دے کر مجالس قانون ساز میں اپنا نمائندہ بنائیں[59]۔

عہد نامہ برائے امیدوار

پارٹی کی طرف سے ایک عہد نامہ بھی تیار کیا گیا جس میں ہر امیدوار سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ وہ پارٹی کی پالیسی، ڈسپلن، اوراغراض ومقاصد کا پابند رہے گا، عہد نامہ کے الفاظ یہ تھے:

"(۱)میں مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے دستوراساسی کے اغراض ومقاصد سے کامل اتفاق کرتا ہوئے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کانفرنس کی تجاویز کو تسلیم کرتا ہوں۔

۲:-اگر مجھ کو اس پارٹی کی طرف سے لیجسلیٹو یا بہار اسمبلی یا کونسل آف اسٹیٹ میں منتخب کیا گیا، تو میں پارٹی کی پالیسی کی اتباع کروں گا، اور پارٹی ڈسپلن کو برابر قائم رکھوں گا۔

(۳)اگر پارٹی نے مجھ کو امیدواری کے لئے نامزد نہیں کیا تو میں پارٹی کے نامزد کردہ امیدوار کا مقابلہ نہیں کروں گا۔

(۴)مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مجلس عاملہ کی شرائط امیدواری کو تسلیم کرتا ہوں اوراپنے کو اس کا اہل سمجھتے ہوئے مبلغ ۔۔۔۔فیس امیدواری جنرل سکریٹری بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے پاس روانہ کرتا ہوں ،جو پارٹی فنڈ میں داخل ہو گا، اور میں۔۔ مسلم حلقہ ۔ ۔۔۔ڈویزن / ضلع سے امیدوار ہوں ، مجھ کو اور میرے احباب کو اس حلقہ سے مسلم انڈی پنڈنٹ کے ٹکٹ پر کامیابی کی پوری توقع

-----حواشی-----

59 ۔حسن حیات ص۳۳۸تا۳۴۴۔

ہے دستخط امیدوار، پتہ / تاریخ"

دستخط صدر ابو المحاسن محمد سجادؒ[60]۔

پارٹی میگزین "الہلال" کا اجراء

پارٹی کے قیام کے ساتھ ہی ایک نمائندہ رسالہ کی ضرورت بھی محسوس کی جانے لگی جو پارٹی کے سیاسی نظریات اور خدمات کی ترجمانی کرے، اس مقصد سے "الہلال" جاری کیا گیا، اور اس کا صدر دفتر پٹنہ رکھا گیا، بحیثیت مدیر رسالہ "مولانا زکریا فاطمی ندوی" مقرر کئے گئے، مجلس ادارت میں مولانا مسعود عالم ندویؒ اور مولانا عبد الاحد فاطمی وغیرہ اصحاب قلم شامل تھے، یہ رسالہ حضرت مولاناؒ کی زندگی میں نکلتا رہا، لیکن مولانا مسعود عالم ندویؒ کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے، کہ حضرت مولاناؒ کی وفات کے بعد اس رسالہ کی اشاعت ملتوی ہو گئی[61]۔

اب تک اس رسالہ کے کسی شمارہ کی زیارت کا شرف مجھے حاصل نہیں ہو سکا ہے لیکن بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ غالباً اس کے کچھ نسخے طبیہ کالج گیا کی لائبریری میں موجود ہیں۔

غالباً الہلال کے بند ہو جانے کے بعد حضرت مولاناؒ کے بعض محبین نے "الہلال بک ایجنسی" کے نام سے ایک دار الاشاعت کی بنیاد ڈالی تھی، جس کی ایک بڑی غرض حضرت مولاناؒ کے احوال و آثار اور علوم و معارف کی توسیع و اشاعت تھی[62]، لیکن زمانۂ مابعد میں اس ایجنسی کی کسی کارگذاری کا پتہ نہ چل سکا، سچ کہا کہنے والے نے:

یہ حالت ہو گئی ہے ایک ساقی کے نہ ہونے سے
کہ خم کے خم بھرے ہیں مے سے اور میخانہ خالی ہے (مولانا محمد علی جوہرؔ)

-----حواشی-----

60 ۔حسن حیات ص ۷۹ ☆ مولانا ابو المحاسن محمد سجاد—حیات و خدمات ص ۳۵۵، ۳۵۶، بحوالہ نقیب ص ۱-۲۰ / دسمبر ۱۹۳۶ء۔

61 ۔تقریب (پیش لفظ) محاسن سجاد ص ط تا ک از مولانا مسعود عالم ندویؒ مرتب محاسن سجاد۔

62 ۔تقریب (پیش لفظ) محاسن سجاد ص "ن" از مولانا مسعود عالم ندویؒ مرتب "محاسن سجاد"۔

امیدواروں کا انتخاب

"پارٹی کے قیام کے بعد مشکل مرحلہ امیدواروں کے انتخاب کا تھا، مولانا منت اللہ رحمانیؒ کا بیان ہے کہ:

"مولانا کو سب سے زیادہ دشواری اسی میں پیش آئی، مولانا علیہ الرحمۃ کو ضرورت تھی ایسے امیدواروں کی جن کے دلوں میں ملک کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کرانے کا جذبہ، مسلمانوں کا سچا درد، اور مذہبی عقائد واحکام پر پورا اعتماد ہو، ساتھ ہی ساتھ اتنا سرمایہ بھی ہو کہ انتخاب کے تمام اخراجات کو برداشت کرسکیں، ظاہر ہے کہ یہ معیار کتنا دشوار تھا، ان مجبوریوں کے ساتھ پارٹی کے امیدواروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

میں اکثر مولاناؒ سے کہا کرتا تھا کہ آپ نے ایک گاڑی میں مختلف نسل کے گھوڑے لگا دیئے ہیں، اب وہ گاڑی چلے گی کیوں کر؟ مولانا مجھے سمجھاتے اور فرماتے "اچھا، ان امیدواروں کو علٰحدہ کرکے ان لوگوں کے نام بتاؤ جو مناسب بھی ہوں اور انتخابات میں مقابلہ بھی کرسکیں،۔۔۔میرے پاس اس کا کیا جواب ہو سکتا تھا، ظاہر ہے، لیکن دنیا نے دیکھا کہ مولانا نے اپنے غور وتدبر، بے پناہ قوت عمل اور زبردست شخصیت سے پارٹی کا شیرازہ بکھرنے نہ دیا، اور ان سے وہ کام کرائے جو دوسرے کسی صوبہ میں نہ ہو سکے"[63]

دیگر مسلم پارٹیوں سے مفاہمت اور اتحاد کی کوششیں

حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ رقمطراز ہیں کہ:

"انتخابات شروع ہوئے تو مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا مقابلہ مولوی شفیع داؤدی کی بہار احرار پار داؤدی کی بہار احرار پارٹی، مسٹر سید عبد العزیز صاحب کی بہار یونائیٹیڈ

-----حواشی---

63 -حیات سجاد ص۱۶۳ مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

پارٹی، کانگریس پارٹی، مسلم لیگ اور آزاد امیدواروں سے ہوا[64]"

یہ سیاسی پارٹیاں پہلے سے موجود تھیں، جو پہلے سے اپنی اپنی سطح پر ملک وملت کی خدمات انجام دے رہی تھیں، ان کی افادیت سے انکار نہیں ہے لیکن اس وقت کے حالات کے مطابق دو بنیادی چیزیں ان کے اہداف اور مقاصد میں شامل نہیں تھیں:

☆ملک کی کامل آزادی کا تصور

☆علماء کی دینی قیادت کو تسلیم کرنا۔

جب کہ یہ دونوں چیزیں دین کے تحفظ، ملک کے مستقبل اور مسلمانوں کے تشخص کے لئے بے حد اہمیت رکھتی تھیں، حضرت مولانا محمد سجادؒ نے تمام مسلم سیاسی پارٹیوں کو ان مقاصد کے لئے آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن جب آپ کو ان پارٹیوں کی طرف سے مخلصانہ اقدامات کی کمی کا احساس ہوا تو خود امارت شرعی کے زیر نگرانی انہی مذکورہ مقاصد کی تکمیل کے لئے "بہار مسلم انڈی پنڈنڈنٹ پارٹی" قائم کی، اس لئے یہ محض سیاسی جماعتوں میں ایک جماعت کا اضافہ نہیں تھا بلکہ ملک کی آزادی اور دین کے تحفظ کے لئے ایک فکری انقلاب کا آغاز تھا، تاکہ دوسری پارٹیاں بھی اپنے بنیادی منشور میں ان چیزوں کو شامل کریں، اسی لئے پارٹی کی تاسیس کے بعد بھی مولاناؒ کا موقف یہ رہا کہ اگر کوئی سیاسی پارٹی ان اغراض واہداف کو تسلیم کرلے تو وہ اس کے ساتھ اتحاد بلکہ تحلیل تک کے لئے راضی ہوجائیں گے، جیسا کہ مسٹر سید عبد العزیز (سابق وزیر تعلیم حکومت بہار)[65] کے ساتھ مولاناؒ کی

-----حواشی---

64 -حیات سجاد ص ۱۶۵، ۱۶۶، مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب ---- مسلم لیگ کا تذکرہ حضرت مولانا رحمانیؒ کے مضمون میں آیا ہے، لیکن جیسا کہ آگے آئے گا کہ صحیح بات یہ ہے کہ بہار میں مسلم لیگ اپنا کوئی امیدوار کھڑا نہیں کرسکی تھی۔

65 -بیرسٹر سید عبد العزیز کا شمار آل انڈیا مسلم لیگ بہار کے اہم رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے عوامی اجلاس کے جو دسمبر ۱۹۳۸ء کو پٹنہ میں منعقد ہوا، کے تمام اخراجات برداشت کیے تھے۔ بیرسٹر عبد العزیز ۱۸۸۲ء (۱۲۹۹ھ) کو پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سیّد حفاظت حسین ایک بلند پایہ حکیم تھے۔ آپ کے والدین کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ آپ نے اسکول کی تعلیم جسٹس شرف الدین کے گھر میں رہ کر حاصل کی جو آپ کے قریبی عزیز بھی تھے۔ بعد ازاں پٹنہ اسکول میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سینٹ کولمبس کالج ہزاری باغ سے انٹر میڈیٹ کیا، انٹر میڈیٹ کے بعد آپ کو بیرسٹری کے لیے لندن بھیج دیا گیا۔ انگلستان میں قیام کے دوران آپ نے مقامی اخباروں میں مضامین لکھے جس کی وجہ سے انھیں بڑی مقبولیت

حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۱ء (۱۳۲۹ھ) میں آپ نے لندن سے بیر سٹری کی سند حاصل کی اور ۱۹۱۲ء (۱۳۳۰ھ) میں وطن واپس لوٹے۔ بیر سٹر سیّد عبد العزیز نے وکالت کا آغاز کلکتہ ہائی کورٹ سے کیا جہاں آپ کو سر سیّد علی امام اور سیّد حسن امام کے ساتھ وکالت کرنے کا موقع ملا۔ ۱۹۲۶ء میں کلکتہ میں ہندو مسلم فساد ہوا اور مسلمانانِ کلکتہ کو بہت بڑی تعداد میں گرفتار کر لیا گیا ان کے مقدمات کی پیروی کے لیے مسلمانوں کی نظر انتخاب بیر سٹر عبد العزیز پر پڑی۔ ان کی قانونی صلاحیتوں کے پیشِ نظر حکومت برطانیہ نے دلی سازش کے مقدمہ کی پیروی کے سلسلے میں ۱۹۳۲ء میں ان کی خدمات حاصل کیں۔

مسلمانانِ بہار نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے ہمیشہ بڑی کوشش کیں۔ لیکن جب شدھی اور سنگھٹن تحریک شروع ہوئی اور بہار میں ہندو مہا سبھائیوں نے مسلمان برقع پوش عورتوں کی زندگی اجیرن بنادی تو مسلمانانِ بہار نے ''انجمن محافظت'' قائم کی، جس کے صدر سر سیّد علی امام منتخب کیے گئے اور نائب صدارت کے لیے بیر سٹر عبد العزیز کا انتخاب عمل میں آیا۔ آپ نے انگریزی اور اردو میں ''پروگریس'' اور ''پیام'' کے نام سے دو اخبار جاری کیے ان اخبارات کے ذریعے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی خلیج کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ آپ اپنی آمدنی سے آنکھ کے مریضوں کا ہر سال کیمپ بھی لگاتے تھے۔ یہ سلسلہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۳ء تک قائم رہا۔ مریضوں میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی کوئی تخصیص نہ تھی۔

بیر سٹر عبد العزیز نے وکالت کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی ہمیشہ دلچسپی لی اور بہار صوبائی اسمبلی کے انتخابات میں دو (۲) مرتبہ کامیابی حاصل کی۔ آپ اس صوبے کے وزیر زراعت اور وزیر تعلیم بھی مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کے انڈیا ایکٹ کے نفاذ کے بعد برصغیر کے مسلمانوں نے ہر صوبے میں مقامی طور پر سیاسی جماعتیں تشکیل دے دیں۔ بیر سٹر عبد العزیز نے بھی ایک پارٹی قائم کی جس کا نام ''یونائیٹڈ پارٹی'' تھا۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کی تنظیم کے لیے قائد اعظم محمد علی جناح پٹنہ آئے تو اس موقع پر بیر سٹر عبد العزیز نے اپنی پارٹی کو آل انڈیا مسلم لیگ میں ضم کرنے کا اعلان کیا۔

بیر سٹر عبد العزیز آل انڈیا مسلم لیگ کی پہلی ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور بہار مسلم لیگ کے صدر بھی منتخب ہوئے تھے۔ آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پہلا جلسہ محمد علی پارک کلکتہ میں ۲۷ دسمبر ۱۹۳۷ء (۲۳ / شوال المکرم ۱۳۵۶ھ) کو منعقد ہوا تھا۔ اس موقع پر قائد اعظم نے بیر سٹر عبد العزیز کو انجمن کی افتتاحی تقریب میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر دعوت نامہ ارسال کیا۔ دسمبر ۱۹۳۸ء کے آخری عشرے میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس پٹنہ (بہار) میں منعقد ہوا اور آپ مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے۔ اپنی افتتاحی تقریر میں انھوں نے محمد علی جناح کو ''قائدِ اعظم'' کے خطاب سے نوازا۔ پنجاب کے ایک مسلم لیگی رضاکار میاں فیروز الدین نے مسٹر جناح کے پنڈال میں داخل ہوتے وقت ''قائدِ اعظم زندہ باد'' کا نعرہ بلند کیا جو بعد میں سارے ہندوستان میں مشہور ہو گیا۔ پٹنہ کے اجلاس میں آل انڈیا خواتین مسلم لیگ کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ آل انڈیا مسلم لیگ پٹنہ کے سالانہ اجلاس کے بعد بیر سٹر عبد العزیز نے پٹنہ میں ایک جلسۂ عام طلب کیا جس کی صدارت سردار اورنگ زیب خان (سابق وزیر اعلیٰ سرحد) نے کی۔ نواب بہادر یار جنگ کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا اس جلسہ میں ریاستی مسلم لیگ کی بنیاد پڑی اور نواب بہادر یار جنگ آل انڈیا ریاستی مسلم لیگ کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

۱۹۴۰ء میں بیر سٹر عبد العزیز کی قانون دانی سے متاثر ہو کر نظام حیدر آباد دکن نے آپ کو بحیثیت صدر المہام (وزیرِ

مراسلت سے ظاہر ہوتا ہے، جن سے بعض سیاسی اختلافات کے باوجود مولانا کے ذاتی تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے، مسٹر سید عبد العزیز صاحب نے جولائی ۱۹۳۵ء میں یونائیٹیڈ پارٹی قائم کی تھی، حضرت مولانا سجادؒ نے اس کے ایک سال کے بعد اگست ۱۹۳۶ء میں بہار مسلم انڈی پنڈنڈنٹ پارٹی کی بنیاد رکھی، مسٹر سید عبد العزیز کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے مولاناؒ کو خط لکھا اور ملاقاتیں بھی کیں، جن کا مقصد دونوں پارٹیوں کو متحدہ پارٹی میں تبدیل کرنا تھا، اس موضوع کے دو خطوط (دونوں قائدین کا ایک ایک خط) "دوسیاسی دستاویز" کے نام سے مولانا عثمان غنی ناظم امارت شرعیہ کی فرمائش پر حضرت مولاناؒ کی حیات ہی میں (۸/ستمبر ۱۹۳۶ء کو) شائع ہوئے تھے، جناب عبد العزیز صاحب نے ۲/اگست ۱۹۳۶ء (۱۳/جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ) کو یہ خط (۵ صفحات) تحریر کیا تھا، اور حضرت مولاناؒ کا تفصیلی جواب چھیاسٹھ (۶۶) صفحات پر مشتمل ہے، اور وقفہ وقفہ سے تقریباً دس (۱۰) دن (۳ تا ۱۳/جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۲/اگست تا یکم ستمبر ۱۹۳۶ء) اس جواب کو تیار کرنے میں صرف ہوئے[66]۔

قانون) ریاست حیدر آباد مقرر کیا۔ حیدر آباد میں آپ نے ریاست کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۵ء میں بیرسٹر عبد العزیز بیمار ہو کر پیروں سے مفلوج ہو گئے۔ نظام حیدر آباد دکن نے آپ کی تاحیات پینشن مقرر کر دی۔ علالت کے زمانے میں آپ کا قیام بمبئی میں تھا۔ جہاں قائد اعظم بھی ملاقات کے لیے آتے تھے۔ اس حقیقت سے بہت کم لوگ آگاہ ہیں کہ جس زمانے میں بیرسٹر عبد العزیز ریاست حیدر آباد دکن میں وزیر قانون تھے انھوں نے مسلم لیگ کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے نظام حیدر آباد دکن سے بیس (۲۰) لاکھ روپے قائد اعظم کو دلوائے اور بمبئی میں خود آپ نے نظام کی جانب سے قائد اعظم کو چیک پیش کیا تھا اور مسلم لیگ نے اس رقم کو انتخاب پر خرچ کیا اور ہندوستان کی سیاسی زندگی میں کامیاب و کامران ہوئی۔ بمبئی میں جب ان کے مرض میں افاقہ نہیں ہوا تو آپ پٹنہ واپس آ گئے۔ اس زمانے میں بہار میں ہندو مسلم فسادات ہوئے فسادات کے واقعات کو بیرسٹر عبد العزیز نے تین کتابچوں میں تحریر کیا ہے جس کا نام "دی بہار ٹریجڈی" ہے، یہ کتابچے پاکستان کی آزادی میں اہم اور مؤثر ثابت ہوئے، انگلستان کی پارلیمنٹ کے طلب کرنے پر جب قائد اعظم محمد علی جناح، مسٹر گاندھی اور دیگر کانگریسی اور مسلم لیگی زعماء انگلستان تشریف لے گئے تو قائد اعظم بیرسٹر عبد العزیز کے تحریر کردہ کتابچے "دی بہار ٹریجڈی" کو بھی اپنے ساتھ لے گئے جن کو پڑھ کر برطانوی پارلیمنٹ کے اراکین بے انتہا متاثر ہوئے اور اس طرح پاکستان کے قیام میں ان کتابچوں نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ بیرسٹر سیّد عبد العزیز نے ۷ جنوری ۱۹۴۸ء (۲۴/صفر المظفر ۱۳۶۷ھ) کو پٹنہ (بہار) میں وفات پائی (الواقعۃ کراچی شمارہ: ۶۶-۶۷، ذیقعدہ و ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ، ستمبر ۲۰۱۷ء مضمون محمد رضی ابدالی)

66 - واضح رہے کہ "مکاتیب سجاد" (شائع کردہ امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ) میں یہ مکتوب شامل نہیں ہے۔

اس تفصیلی خط کے مطالعہ سے حضرت مولاناؒ کی وسعت قلبی اور سیاسی دوراندیشی کا اندازہ ہوتا ہے، مولاناؒ نے نہ صرف یہ کہ جناب عبد العزیز صاحب کی پیش کش کا پرتپاک خیر مقدم کیا، بلکہ اس ضمن میں اپنی گذشتہ کوششوں کا بھی ذکر فرمایا، مولاناؒ نے اس مکتوب میں تاریخ بہ تاریخ اتحاد کی اپنی نو (۹) کوششوں کا تذکرہ کیا ہے، مولاناؒ کا مکتوب اس پیراگراف پر ختم ہوتا ہے:

"آپ یقین فرمایئے کہ ہم لوگوں کے سامنے صرف ملک وملت کا مفاد اور مذہب کی حفاظت ہے، اور اس کے لئے جن اصولوں کی پابندی ہمارے خیال میں ضروری ہے، جب ان میں دونوں پارٹیاں متحد ہوتی ہیں، اسی کے ساتھ پارٹی کی تشکیل بھی اس طرح پر ہوتی ہے، جس سے نمایاں طور پر ہو کہ جمہوری اصول پر صرف عام مسلمانوں کی یہ پارٹی ہے، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسی سنجیدہ آدمی کو اتحاد کی اسکیم پر یا اس پارٹی پر جو اس اسکیم کے ماتحت بنے کوئی اعتراض ہو، ۲۱ / اگست کو جناب کا خط ملنے کے بعد ۲۲ / اگست ۱۹۳۶ء سے جواب لکھ رہا ہوں مگر مسلسل وقت اس کام میں صرف کرنے سے معذور رہا اس لئے آج کی تاریخ اس سے فراغت ہوئی"[67]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولاناؒ کی سیاسی جماعت کسی تحزب وگروہ بندی پر مبنی نہیں تھی اور نہ پارٹیوں میں یہ ایک پارٹی کا اضافہ تھا، بلکہ اس کی بنیاد بلند دینی، ملی اور قومی اقدار ومقاصد پر تھی۔

چنانچہ حضرت مولاناؒ نے انتخابات کے اعلان کے بعد بھی ان کوششوں کا اعادہ فرمایا، اور دیگر مسلم پارٹیوں سے سلسلہ جنبانی کی، تاکہ ووٹ منتشر اور ضائع ہونے سے محفوظ رہے، لیکن اس میں آپ کو کامیابی نہ مل سکی، اور بالآخر آپ کی پارٹی نے تنہا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا۔

انتخابی مہم کی کمان

حضرت مولانا سجادؒ نے خود انتخابی مہم کا بیڑہ اٹھایا، آپ کے علاوہ پارٹی کی طرف سے مولانا احمد سعید دہلویؒ ناظم جمعیۃ علماء ہند، مولانا عبد الصمد رحمانیؒ، مولانا عثمان غنی صاحبؒ ناظم امارت شرعیہ

-----حواشی-----

67 - دو سیاسی دستاویز ص ۲۷ شائع کردہ حسب فرمائش حضرت مولانا عثمان غنی صاحب۔

،اور مولانامنت اللہ رحمانیؒ وغیرہ نے پورے صوبے کا طوفانی دورہ کیا، تقریریں کیں اور لوگوں کو مطمئن کیا کہ عوام کی اصل نمائندہ جماعت مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی ہے، اس لئے عوام اس پارٹی کے امیدواروں کو کامیاب بنائیں، اور رجعت پسندوں، سرکاری جماعتوں اور افراد کے غلط پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں، ووٹ کا استعمال قومی مفادات میں کریں، شخصی یا عارضی مفادات کے لئے اپنا ووٹ ضائع نہ کریں۔

پارٹی کی حمایت میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی اپیل

ملک کی بعض مذہبی جماعتوں نے بھی مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی حمایت میں اپنے بیانات جاری کئے، بالخصوص جمعیۃ علماء ہند نے عملی اور قولی ہر لحاظ سے پوری شرکت کی، جمعیۃ علماء ہند کے ناظم عمومی حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ تو کاروان انتخاب میں خود عملاً شریک رہے، اسی طرح جمعیۃ علماء ہند کے اہم رکن حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی ایک زور دار اپیل اپنی طرف سے جاری فرمائی، جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"صوبہ بہار میں اسمبلی اور کونسل کا انتخاب عنقریب ۲۲/ جنوری کو ہوگا، اس لئے تمام مسلمانان صوبہ بہار سے اپنی بصیرت اور تجربہ کی بنا پر محض ملک وملت اور مذہب کے مفاد کے لئے ہر فرد سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ صرف مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے نمائندوں کے لئے اپنی تمام جدوجہد اور امداد عمل میں لائیں، یہی وہ پارٹی ہے جو کہ صفات مذکورہ بالا کے ساتھ متصف ہے۔۔۔ اس جماعت نے امارت شرعیہ صوبہ بہار کی (جس کی اطاعت مسلمانان صوبہ بہار پر واجب ہے) رہنمائی قبول کی ہے، بنابریں کسی مسلمان ووٹر کا اس پارٹی کے نمائندوں کو ووٹ نہ دینا اور دوسری جماعتوں کے نمائندوں کی یا شخصی طور پر کھڑے ہونے والوں کی امداد کرنا ملک اور مذہب سے بے وفائی اور غداری ہے بلکہ ملک اور مذہب سے صریح دشمنی ہوگی"

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ[68]

انتخابی نتائج اور مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی شاندار کارکردگی

انتخابی مہم کے دوران گو کہ حضرت مولانا سجادؒ کو سخت دشواریوں اورآزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا ، اور مخالفین نے آپ کے خلاف ہر قسم کے سیاسی ہتھکنڈے استعمال کئے، لیکن آپ کے صدق وخلوص اوراثرورسوخ اورامارت وجمعیۃ کے دیگر قائدین کی شبانہ روز جدوجہد کے نتیجے میں پارٹی نے توقع سے زیادہ کامیابیاں حاصل کیں، الیکشن کا نتیجہ سامنے آیاتو ماہرین سیاست بھی انگشت بدنداں رہ گئے، مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی نے تقریباًاسی فی صد(۸۰٪) کامیابی حاصل کی تھی ،اور مسلم ارکان میں سب سے زیادہ "مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی" کے ارکان کو کامیابی ملی، جب کہ غیر مسلم ارکان میں سب سے زیادہ کانگریس کے ارکان کامیاب ہوئے[69]، مسلمانوں کے لئے چالیس (۴۰) سیٹیں مخصوص تھیں، ان میں سے ایک سیٹ پر جو عورت کے لئے مخصوص تھی آزادامیدوار کی حیثیت سے لیڈی انیس امام نے جیت درج کی ، اور مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے تیئیس (۲۳) امیدواروں میں سے بیس(۲۰)امیدوار کامیاب ہوئے۔

یونائیٹیڈ پارٹی کے مایوس کن نتائج

☆مسٹر عبدالعزیز صاحب کی یونائٹیڈپارٹی تینتیس(۳۳)میں سے صرف پانچ (۵) جگہوں پر کامیاب ہوئی ،اٹھائیس (۲۸) سیٹوں پر ناکام ہوئی ،اورسات (۷)امیدواروں کی ضمانتیں بھی ضبط ہوگئیں، جب کہ مسٹر عبدالعزیز صاحب اس وقت بہار حکومت میں وزیر تعلیم تھے جس کی بناپر یونائیٹیڈ پارٹی کو حکومت کی تائیداورامداد بھی حاصل رہی، خودوزیر موصوف نے اپنے نمائندوں کی کامیابی کے لئے دورے کئے اوروہ سب کچھ کیاجو ممکن تھا۔ شاید الیکشن میں اسی پسپائی کا نتیجہ تھا کہ وہ پارٹی لیڈر ہونے کے باوجود اسمبلی سے مستعفی ہوگئے، بعد میں وہ سیاست سے ہی کنارہ کش ہوگئے[70]۔

-----حواشی--

68 -مولاناابوالمحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص۳۵۶،۳۵۷بحوالہ نقیب ۴/ دسمبر ۱۹۳۶ء۔

69 -حیات سجاد مضمون مولاناعثمان غنی صاحب ص ۱۴۲۔

70 - حیات سجاد مضمون حضرت مولانامنت اللہ رحمانی صاحب ص ۱۶۶۔ ومضمون مولاناحفظ الرحمن سیوہارویؒ ص ۱۵۲☆ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۳،۳۳۵مرتبہ تقی رحیم صاحب۔

احرار پارٹی کا حشر

☆بیرسٹر شفیع داؤدی صاحب کی احرار پارٹی نے اپنی سرگرمی ترہت ڈویزن تک ہی محدود رکھی تھی، اور کوئی دس بارہ امیدوار کھڑے کئے تھے، ان کا ترہت میں بڑا اثر تھا، لیکن بمشکل صرف تین (۳) سیٹوں پر کامیابی مل سکی، خود پارٹی لیڈر بیرسٹر شفیع داؤدی بھی الیکشن ہار گئے اور اپنی سیٹ بھی نہ بچا سکے، بعد میں وہ سیاست ہی سے کنارہ کش ہو گئے اور مظفر پور جا کر وکالت کرنے لگے[71]۔

بہار میں مسلم لیگ انتخاب سے باہر

☆مسلم لیگ نے بہار اور صوبہ سرحد میں ایک بھی امیدوار کھڑا نہیں کیا تھا، اس لئے کہ وہ اس پوزیشن ہی میں نہیں تھی کہ اپنا کوئی امیدوار ان جگہوں پر کھڑا کر سکے، ۱۹۲۰ء کے بعد تحریک خلافت اور عدم تعاون کے ریلے میں مسلم لیگ بہہ گئی تھی اور بہار میں اس کا وجود ختم ہو گیا تھا، صرف برائے نام ایک تنظیم باقی رہ گئی تھی، ۱۹۳۶ء میں بہار صوبائی مسلم لیگ کے صدر سید ابوالعاص صاحب اور سکریٹری محمود شیر ایڈوکیٹ تھے[72]، پھر سکریٹری سید معین اللہ ایڈوکیٹ کو بنا دیا گیا، مگر ۱۹۳۶ء تک بہار کے کسی ضلع میں مسلم لیگ کی کوئی شاخ موجود نہیں تھی، صرف پٹنہ میں چند عہدہ دار موجود تھے، اور بس، اس لئے ان دنوں بہار میں مسلم لیگ کی امیدواری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، البتہ ملکی سطح پر چار سو پچاسی (۴۸۵) سیٹوں میں سے ایک سو آٹھ (۱۰۸) سیٹوں پر مسلم لیگ نے جیت حاصل کی[73]۔

کانگریس کی صورت حال

☆کانگریس کو سات (۷) مسلم سیٹوں میں سے صرف پانچ (۵) پر کامیابی ملی، جبکہ ملکی سطح پر عام سیٹوں (۸۰۸) کے علاوہ چار سو بیاسی (۴۸۲) مسلم سیٹوں پر کانگریس نے اپنے امیدوار کھڑے

-----حواشی-----

71 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۵، ۳۲۳ مرتبہ تقی رحیم صاحب

72 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۵ مرتبہ تقی رحیم صاحب بحوالہ "نقوش قائداعظم" مرتبہ رحیم بخش شاہین مضمون انیس الرحمن شائع شدہ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۷۵ء یوم پاکستان ایڈیشن۔

73 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۵، ۳۲۳، ۳۳۶ مرتبہ تقی رحیم صاحب

کئے تھے جن میں صرف چھبیس(۲۶)سیٹوں پر اس کو کامیابی ملی[74]،یوں بہار میں کل اٹھانوے(۹۸) سیٹیں اس کو ملی تھیں ،عام حلقوں ۸۷میں سے ۳۷اور ہریجنوں کی ۱۵ نشستوں میں ۱۴ نشستیں اس کے قبضے میں آئی تھیں[75]۔

جداگانہ انتخابات

واضح رہے کہ اس دور میں مخلوط انتخاب نہیں ہوتا تھا،بلکہ مسلمانوں اور ہندؤں کی جداگانہ ووٹنگ ہوتی تھی،مسلمان مسلم امیدوار کو اور ہندو ہندو امیدوار کو ہی ووٹ دے سکتے تھے۔

کانگریس کے بعض مسلم امیدواروں کی حمایت

حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"کانگریس نے مسلم امیدواروں کے انتخاب سے پہلے مولانا سے مصالحت کی گفتگو کی ،اور تجویز یہ پیش کی کہ انڈی پینڈنٹ پارٹی چودہ (۱۴)حلقوں میں اپنے امیدوار کھڑے نہ کرے،اور وہاں کانگریسی امیدوار کی مدد کرے،مولانا اس تجویز پر راضی نہ ہوئے،آپ نے چند امیدواروں کے نام گنائے اور کہا کہ ہم ان کی مدد صرف اس شرط پر کرسکتے ہیں،کہ وہ اس بات کا عہد کریں،کہ مجالس قانون ساز میں تمام مذہبی معاملات میں امارت شرعیہ کے احکام کی پابندی کریں گے چنانچہ انہی شرائط کے ساتھ سید شاہ محمد عمیر صاحب (گیا)سعید الحق صاحب (دربھنگہ)اورڈاکٹر سید محمود صاحب سابق وزیر تعلیم کی حمایت کی گئی ،بلکہ ڈاکٹر صاحب کے لئے دو دو حلقے خالی کردیئے گئے،مولوی سعید الحق ابتداءً انڈی پنڈنٹ پارٹی کے امیدوار تھے،لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ انہوں نے کانگریس کے عہد نامہ پر بھی دستخط کردیا ہے مولاناؒ نے

-----حواشی-----

[74] -مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد-حیات وخدمات ص ۲۶۰،۲۵۹☆تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۲۲۱ مرتبہ تقی رحیم صاحب بحوالہ جناح اینڈ گاندھی ازالیس کے مجمدار ص ۱۶۲،واقبال کے آخری دوسال از عاشق بٹالوی ص ۳۹۱۔

[75] -تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۲۲۱ مرتبہ تقی رحیم صاحب۔

خود سعید صاحب کو بلا کر تصدیق کی، تصدیق کے بعد آپ نے اس عہد نامہ کو جس پر امیدوار موصوف کے دستخط تھے چاک کر دیا، اور امارت شرعیہ کے عہد نامہ پر دستخط کرانے کے بعد ان کی تائید کی۔ کانگریس کے ایسے امیدواروں سے جنھوں نے امارت کے عہد نامہ پر دستخط نہ کئے پارٹی کا مقابلہ بھی ہوا، جہاں بجز ایک کے تمام امیدوار کامیاب رہے[76]۔

☆ چھ (٦) سیٹوں پر آزاد امیدوار کامیاب ہوئے۔

انڈی پنڈنٹ پارٹی کانگریس کے بعد دوسری بڑی پارٹی

اس طرح مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کانگریس کے بعد بہار اسمبلی میں سب سے بڑی پارٹی بن کر ابھری، مسلم ارکان سب سے زیادہ اسی پارٹی سے جیت کر آئے، جن میں دس (١٠) حفاظ اور علماء تھے، بعض ممبران نے توریکارڈ کامیابی حاصل کی اور مخالفین کی ضمانتیں تک ضبط ہو گئیں۔

حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ بھاگلپور سے کھڑے تھے، ان کے مقابلے میں مسٹر عبد العزیز سابق وزیر حکومت بہار کی یونائٹیڈ پارٹی کے رکن رکین مولوی علاء الدین وکیل کھڑے ہوئے تھے، وکیل صاحب کو صرف دوسو اکیانوے (٢٩١) ووٹ مل سکے، جب کہ مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے امیدوار مولانا منت اللہ رحمانی نے پانچ ہزار پانچ سو اٹھاسی (٥٥٨٨) ووٹ حاصل کئے، وکیل صاحب کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی۔

ظاہر ہے کہ یہ سب حضرت مولانا سجادؒ کی عظیم شخصیت اور ان کے صدق وخلوص کی برکات تھیں۔

مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی کامیابی کی ایک وجہ بتاتے ہوئے ڈاکٹر دتہ (Dulta) اپنی کتاب فریڈم موومنٹ ان بہار میں لکھتے ہیں:

"بہار میں مسلم لیگ تو نہیں تھی مگر مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا سیاسی پروگرام اور

-----حواشی---

76 -حیات سجاد ص ١٦٧، مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

الیکشن مینی فیسٹو کانگریس سے بہت ملتا جلتا تھا، بلکہ اس کے الیکشن مینی فیسٹو میں زرعی اصلاحات اور مہاجنی لوٹ پر روک لگانے کے متعلق مسلم لیگ اور کانگریس دونوں سے زیادہ ترقی پسندانہ مطالبات تھے"[77]

ایک دلچسپ قصہ

اس موقعہ پر ایک دلچسپ قصہ پیش آیا جس کو جناب شاہ محمد عثمانی صاحبؒ نے نقل کیا ہے:

"مولاناؒ نے انتخابات کے موقع پر حکومت برطانیہ کے خلاف ہر جگہ سخت تقریریں کیں اور حکومت کو مذہب دشمن قرار دیا۔ جب ان کی پارٹی کامیاب ہوئی تو مسٹر عزیز نے مقدمہ دائر کر دیا کہ مذہبی جذبات کو بھڑکا کر کامیابی حاصل کی ہے، مسٹر عزیز کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ مولاناؒ عدالت میں اس سے انکار نہیں کریں گے۔ اس لئے مسٹر یونس وغیرہ نے بہت مشکل سے مولاناؒ کو اس پر راضی کیا کہ وہ عدالت میں حاضر نہ ہوں، چنانچہ جب تک عدالت میں مقدمہ کی کاروائی جاری رہی، مولاناؒ پٹنہ سے باہر رہے، یہاں تک کہ ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے مسٹر عزیز کا مقدمہ خارج ہو گیا، ورنہ مولاناؒ اگر عدالت میں حاضر ہوتے تو سچ بولتے، اگرچہ مخالف کے پاس ثبوت نہ تھا[78]۔

انتخاب میں پارٹی کے یا اس کی حمایت سے کامیاب ہونے والے ممبران کی فہرست درج ذیل ہے:

-----حواشی-----

77 -حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد-حیات وخدمات ص ۲۶۱ مضمون جناب فضل حق عظیم آبادی بحوالہ فریڈم مومنٹ ان بہار ج ۲ ص ۲۸۲ ☆ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۲ مرتبہ تقی رحیم۔

78 -ٹوٹے ہوئے تارے از شاہ محمد عثمانی، ص ۱۰۲

مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے کامیاب امیدوار

نمبر شمار	نام	حلقہ	فاضل ووٹ کی تعداد	بکس کا رنگ
۱	مسٹر محمد یونس	مغربی پٹنہ	۵۸۳	لال
۲	حاجی شرف الدین حسن	مشرقی پٹنہ	۵۶۰	لال
۳	چودھری شرافت حسین	شاہ آباد	۸۴۶	لال
۴	مولوی عبدالجلیل وکیل	ترہت ڈویزن	۱۴۹۹	سبز
۵	مولوی عبدالمجید وکیل	جنوبی چمپارن	۱۸۰	لال
۶	حافظ محمد ثانی	بتیا چمپارن	۲۶۸۷	زرد
۷	مولوی محمد یعقوب	مظفرپور	۷۴۶	سبز
۸	مولوی بدرالحسن وکیل	مظفرپور حاجی پور	۴۷	پیلا
۹	مسٹر تجمل حسین بیرسٹر	مظفرپور، سیتامڑھی	۳۰۰	کالا
۱۰	نواب عبدالوہاب خان	بھاگلپور ڈویزن	۲۷۱	لال
۱۱	مولوی رفیع الدین رضوی وکیل	جنوبی مونگیر	۲۹۴۶	لال
۱۲	چودھری نظیرالحسن	شمالی مونگیر	۱۶۳۸	لال
۱۳	مسٹر محمد محمود بیرسٹر	جنوبی بھاگلپور	۵۵۰	سبز
۱۴	مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ	شمالی بھاگلپور	۲۸۰۰	اجلا
۱۵	شیخ محمد حسین	پلاموں	۱۴۰۰	لال
۱۶	قاضی سید محمد الیاس	مانبھوم	۱۱۰۰	اجلا

اپر چیمبر

۱۷	مسٹر نقی امام بیرسٹر	گیا چھوٹا ناگپور		
۱۸	مولوی سید محمد حفیظ وکیل	بہار اسمبلی		

۱۹	مولوی ابوالاحد سید محمد نور	بہار اسمبلی

درج ذیل چار حضرات انتخاب کے بعد پارٹی کے ممبر ہوئے:

۲۰	مولوی ضیاء الرحمن	پورنیہ ارریہ
۲۱	مولوی اسلام الدین وکیل	شمالی مشرقی کشن گنج
۲۲	مولوی شفیق الحق وکیل	جنوبی مغربی پورنیہ صدر
۲۳	مولوی طاہر وکیل	جنوبی مشرقی پورنیہ صدر

امارت شرعیہ نے درج ذیل چار حضرات کی حمایت کی

۲۴	مسٹر سید نجم الحسن	مشرقی گیا
۲۵	ڈاکٹر سید محمود بیرسٹر	سارن
۲۶	مولوی سعید الحق وکیل	دربھنگہ
۲۷	ڈاکٹر سید محمود بیرسٹر	شمالی چمپارن [79]

انتخابات کے بعد پارٹی کے کامیاب ممبران کا اجلاس

حضرت مولانا محمد سجادؒ کی تقریر دلپذیر

انتخابات کے نتائج آنے کے بعد حضرت مولانا سجادؒ نے پارٹی کے کامیاب ممبران کا ایک اجلاس طلب فرمایا، اس اجلاس میں حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ بھی شریک تھے، وہ بیان فرماتے ہیں کہ:

> "اس جلسہ میں مولاناؒ نے جو تقریر کی وہ ان کے مخصوص تدبر و فراست کی حامل تھی ، آپ نے اپنے نظریہ کے مطابق ہندوستان کی آنے والی حکومت کے اصول بتائے اور ممبروں کو ان کا طریق کار سمجھایا۔

-----حواشی---

79 - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد—حیات وخدمات ص ۳۵۷، ۳۵۹ بحوالہ جریدہ نقیب ص ۶،۴ / مارچ ۱۹۳۷ء۔

مولاناؒ نے اس وقت اپنے تمام ممبروں کو دو مشورے دیئے، ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی، اندرونی مشورہ یہ تھا کہ ہر ممبر کسی ایک خاص شعبہ کا ذمہ دار ہو، وہ اس شعبہ کی تمام معلومات حاصل کرے، اور اس پر پوری طرح تیار ہو۔

بیرونی کام یہ تھا کہ کوئی ممبر اپنے حلقۂ انتخاب سے غافل نہ ہو، وہ اپنے حلقہ میں یا خود کام کرے یا اس کے اخراجات برداشت کرے افسوس ہے کہ پارٹی کے ممبران مولاناؒ کے ان مفید مشوروں پر کاربند نہ ہوسکے ورنہ آج اسمبلی کے اندر پارٹی کا مقام بہت بلند ہوتا۔

مشترکہ حکومت کے قیام کی تجویز منظور -کانگریس کا ردعمل

اسی جلسہ میں مولانا کی مرتب کی ہوئی ایک تجویز بھی منظور ہوئی تھی جس میں اپنے مقاصد کو برقرار رکھتے ہوئے کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کا اعلان کیا گیا تھا ، مولانا مشترکہ وزارت کے قیام کے حامی تھے، لیکن کانگریس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، غالباً اس وقت کانگریس کا نظریہ اکثریت والے صوبوں میں خالص اپنی پارٹی کی گورنمنٹ قائم کرنا تھا، اس لئے اتحادی حکومت سازی کے وہ خلاف رہی، چنانچہ کانگریس صدر پنڈت جواہر لال نہرو، اور اس کے سینئر لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد نے اس کی مخالفت میں بیانات شائع کئے[80]۔

کانگریس کے اہم لیڈر ڈاکٹر راجندر پرساد (جو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے بہار، اڑیسہ اور آسام کے انچارج تھے[81]) نے ۱۱/ فروری کو بیان دیا کہ:

"کانگریس اسمبلیوں میں کسی دوسری پارٹی یا گروپ کے ساتھ تعاون نہیں کرے گی"[82]۔

-----حواشی---

80 -حیات سجاد ص۱۶۹،۱۶۸ مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

81 -تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۴ تقی رحیم صاحب

82 -تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۵ تقی رحیم صاحب۔

مولانا عثمان غنی صاحب نے درست لکھا ہے:

"کانگریس کی غیر متوقع کامیابی نے بعض بڑے کانگریسیوں کا دماغی توازن بگاڑ دیا اور انہوں نے اپنے بیانات میں کہنا شروع کر دیا کہ ہم وزارت بنانے میں کسی دوسری پارٹی سے اشتراک نہیں کر سکتے، حالانکہ وہی لوگ انتخاب سے قبل اپنی اور بعض دوسری پارٹیوں کے اشتراک سے وزارت بنانے کا اظہار کرتے تھے"[83]

نظری و عملی سیاست کا فرق - حضرت ابو المحاسنؒ کی سیاسی پیش قیاسی

لیکن حضرت مولاناؒ کا شروع سے خیال تھا جس پر وہ ہمیشہ قائم رہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں کو اپنے مقاصد کے پیش نظر مشترکہ اہداف پر اتفاق کرنا چاہئے، اس طرح زیادہ بہتر، بامعنیٰ اور مستحکم حکومت وجود میں آسکتی ہے، مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ مولاناؒ نے اپنا یہ خیال ایک مشہور رہنما کے سامنے پیش کیا، مولاناؒ نے فرمایا "نظری اور عملی سیاست کے فرق کو کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، مختلف ملکوں کی پارلیمنٹری تاریخ کو دیکھئے، مختلف الخیال جماعتیں ایک متحدہ اسکیم بنا کر مشترکہ وزارتیں مرتب کرتی ہیں، اور کامیابی کے ساتھ چلاتی ہیں، ہاں! ایسے مسائل بھی پیش آجاتے ہیں جن پر اتفاق نہیں ہوتا، تو پھر وزارتیں ٹوٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نئی بنتی ہیں،" - مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ "آج تو کانگریس گریز کرتی ہے، لیکن اگر کانگریس کو موقعہ ملا تو وہ اقلیت والے صوبوں میں مشترکہ وزارتیں ضرور مرتب کرے گی" چنانچہ ہم نے مولاناؒ ہی کی زندگی ہی میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سرحد اور آسام میں مولاناؒ کا خیال حرف بحرف صحیح ثابت ہوا، خود یہاں کی صوبائی کانگریس کمیٹی کی مجلس عاملہ کے ذمہ دار اراکین نے ۱۹۳۹ء میں مولاناؒ کے سامنے انڈی پنڈنٹ پارٹی کی شرکت سے وزارت مرتب کرنے کی تجویز پیش کی، جسے مولاناؒ

-----حواشی-----

83 -حیات سجاد ص ۱۴۳ مضمون مولانا عثمان غنی صاحبؒ۔

نے بعض وجوہ کی بنا پر قبول نہ فرمایا-یہی ہے "عملی و نظری سیاسیات کا فرق[84]

کانگریس کا حکومت سازی سے انکار-پارٹی کے لئے لمحۂ فکریہ

بہر حال ایک نو مولود پارٹی نے جیسی شاندار کامیابی حاصل کی وہ حضرت مولانا سجادؒ اور امارت شرعیہ پر مسلمانوں کے پختہ اعتماد کا مظہر تھی، پارٹی نئی تھی لیکن مولانا سجادؒ اور امارت شرعیہ کی خدمات جلیلہ سے ایک دنیا واقف تھی، امارت شرعیہ کی حمایت اور حضرت مولانا سجادؒ کی رہبری نے پارٹی کو پہلے قدم پر ہی نقطۂ ارتقاء تک پہونچا دیا تھا، مجلس قانون ساز میں کانگریس کے بعد مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کو دوسرا مقام حاصل ہوا، اصولی طور پر بڑی پارٹی ہونے کے ناطے کانگریس کو حکومت بنانی چاہئے تھی، اس لئے کہ ۱۹۳۷ء کے صوبائی اسمبلی انتخاب میں بہار اسمبلی کی کل ایک سو باون (۱۵۲) سیٹوں میں سے کانگریس کو کل اٹھانوے (۹۸) سیٹیں ملی تھیں، کانگریس کے پارٹی لیڈر بابو سری کرشن سنہا تھے، گورنر نے ان کو وزارت سازی کی دعوت دی، لیکن انہوں نے مرکزی کانگریس کمیٹی کی ہدایت پر گورنر سے اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال نہ کرنے کی یقین دہانی کا مطالبہ کیا اور گورنر کے انکار پر وزارت کی تشکیل سے معذرت کر دی۔۔۔کانگریس کے انکار کے بعد قدرتی طور پر یہ حق مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کو حاصل ہوتا تھا[85]، اس کی تھوڑی تفصیل حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

حضرت مولانا سجادؒ کے نزدیک کانگریس کا انکار درست نہیں تھا

"صورت حال یہ تھی کہ کانگریس نے ۱۹۳۷ء سے پہلے اپنے جلسوں میں اور ورکنگ کمیٹی نے اپنی تجویزوں میں صاف اعلان کر دیا تھا، کہ دستور جدید ناقص اور قابل استرداد ہے، لیکن کانگریس نے چھ (٦) صوبوں میں اکثریت حاصل کرتے ہی یہ اعلان کیا کہ اگر گورنر اپنے اختیارات خصوصی کو استعمال نہ کرنے کا یقین دلا دیں، تو کانگریس وزارت مرتب کرنے کے لئے تیار ہے۔ مولاناؒ کا خیال تھا کہ

-----حواشی---

84 -حیات سجاد ص ۱۶۹،۱۷۰ مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

85 -تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۳،۳۲۴ تقی رحیم صاحب۔

کانگریس کی یہ شرط صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے معنٰی تو یہ ہوئے کہ اگر گورنر کانگریس کی شرط تسلیم کرلیتے ہیں تو یہ قانون قابل عمل ہوجاتاہے،حالانکہ کانگریس کے نقطۂ نگاہ سے یہ قانون قطعی ناقابل عمل تھااس قانون سے کانگریس کا جو سب سے بڑااصولی اختلاف تھاوہ گورنر کی مداخلت یاعدم مداخلت کانہ تھا،وہ یہ تھاکہ قانون بنانے کا حق ہندوستان کے بسنے والوں کوحاصل تھا،نہ کہ برطانوی پارلیامنٹ کو،اس لئے کہ بہرحال وہ قانون قابل استرداد ہی تھا۔

مولاناؒکے خیال میں ایسی انقلابی جماعتوں کے لئے جوکانسلوں میں قانون مسترد کرنے کی غرض سے پہونچی ہوں دوہی عملی صورتیں ہیں،ایک صورت تویہ ہے کہ اس قانون کے خلاف غیر آئینی جدوجہد شروع کردی جائے،اوردوسرے یہ کہ وزارت مرتب کرکے عوام کوزیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچانے کی کوشش کی جائے ،اور اس طرح اس قانون کے مسترد کرنے کاسامان فراہم کیاجائے، چنانچہ انہی خیالات کی بناپر مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی نےوزارت قبول کی،لیکن وزارت قبول کرتے وقت ہی پارٹی نےایک تجویزکے ذریعہ یہ بات صاف کردی،کہ اصولی طورپر اس صوبےمیں وزارت کانگریس کو مرتب کرنی چاہئے تھی،چونکہ کانگریس اورگورنرکی جنگ ہے اورفی الحال کانگریس کوئی جدوجہد بھی نہیں کرتی ہے،اس لئے یہ پارٹی اس صوبےمیں وزارت بناکراورعوام کی خدمت کرکے قانون کے آئینی طورپر مسترد کرانے کے مواد فراہم کرے گی،ساتھ ہی ساتھ پارٹی کی دلی خواہش ہے کہ کانگریس اورگورنرکے درمیان سمجھوتہ ہوجائے[86]۔

حکومت سازی پر تبادلۂ خیال کے لئے پارٹی کا اجلاس طلب

کانگریس کے انکارکے بعد گورنرنے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کوحکومت بنانے کی دعوت

-----حواشی---

86 -حیات سجاد ص ۱۷۰تا۱۷۲مضمون حضرت مولانامنت اللہ رحمانی صاحب۔

دی، دعوت ملنے کے بعد اس موضوع پر تبادلۂ خیال اور غور وفکر کے لئے ایک نشست خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ہوئی، ۳/مارچ ۱۹۳۷ء (۲۰/ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ) کو حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدین صاحب پھلرویؒ نے پارٹی کے جملہ نو منتخب ممبران اور مجلس عاملہ کے ارکان کو خانقاہ مجیبیہ میں مدعو فرمایا، تمام حضرات نو(۹) بجے صبح حاضر ہوئے، دس(۱۰) بجے دن میں حضرت امیر شریعتؒ کے سامنے حضرت نائب شریعت اور پارٹی صدر حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے تمام ارکان منتخب اور مجلس عاملہ کے ممبران کا تعارف کرایا، اس کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے ارکان کو کاموں سے متعلق ایک مختصر سی ہدایت فرمائی، اس کے بعد تمام حضرات نے کھانا تناول کیا، اور بانکی پور پٹنہ لوٹ گئے۔

پھر دو(۲) بجے دن میں حاجی شرف الدین حسن صاحب کی کوٹھی پر مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا، اس کے بعد چار(۴) بجے بعد نماز عصر مجلس عاملہ اور منتخب ارکان کی مشترکہ نشست ہوئی، کچھ کاروائیوں کے بعد نشست چائے اور نماز مغرب کے لئے ملتوی ہوگئی، بعد نماز مغرب پھر جلسہ شروع ہوا، اور بحث و تمحیص کے بعد پارٹی لیڈر وغیرہ کا انتخاب ہوا، حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے:

پارٹی لیڈر: مسٹر حاجی محمد یونس صاحب بیرسٹر

ڈپٹی لیڈر: مولوی رفیع الدین صاحب رضوی ایڈوکیٹ

چیف وہپ: قاضی سید محمد الیاس صاحب

وہپ: مولوی سید محمد طاہر صاحب ایڈوکیٹ

انتخاب کے بعد صدر پارٹی حضرت مولانا سجاد صاحبؒ نے ایک مختصر تقریر فرمائی، اور جلسہ تقریباً نو(۹) بجے شب میں ختم ہوا[87]۔

-----حواشی-----

87 - حسن حیات ص ۸۰ تا ۸۴ ☆ ذکر یونس مرتبہ تقی رحیم صاحب ص ۵۳، شائع کردہ: بیرسٹر محمد یونس میموریل کمیٹی، یونس کیمپس، ایس پی ورما روڈ پٹنہ، اشاعت دوم مئی ۲۰۱۲ء بحوالہ نقیب ۴/مارچ ۱۹۳۷ء ☆ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۴ تقی رحیم صاحب۔

حکومت سازی کے مسئلہ پر ممبران میں اختلاف رائے

غالباً ان نشستوں میں حکومت سازی کا مسئلہ طے نہیں ہو سکا، اس لئے مزید غور و فکر کے لئے مجلس ملتوی کر دی گئی، اس کے بعد اس موضوع پر آخری بحث و گفتگو کے لئے ۳۱/ مارچ ۱۹۳۷ء کو پارٹی کی مجلس عاملہ اور مجلس مقننہ کا اجلاس مسٹر محمد محمود صاحب کی کوٹھی پر بلایا گیا[88]، یہ اجلاس بھی حضرت مولانا سجادؒ کی سربراہی میں منعقد ہوا، پارٹی کے اندر اس مسئلے میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا:

☆ بعض حضرات کا خیال تھا کہ بڑی پارٹی (کانگریس) سے الگ ہو کر کوئی چھوٹی پارٹی پائیدار وزارت قائم نہیں کر سکتی، اس لئے کہ اسمبلی میں کانگریس پارٹی کی اکثریت ہے، اور گورنر دستور کے مطابق زیادہ سے زیادہ چھ (۶) ماہ میں اسمبلی کا اجلاس بلانے پر مجبور ہے، اس لئے چھ (۶) ماہ کے بعد یہ وزارت ٹوٹ جائے گی، کیونکہ اس کو اکثریت کا اعتماد حاصل نہ ہو سکے گا اور کانگریس بے اعتمادی کی تجویز بآسانی منظور کرا لے گی"[89]

☆ کچھ لوگوں کے اختلاف کی وجہ یہ بھی تھی کہ جب ایک حریت پسند پارٹی (کانگریس) نے حکومت بنانے سے انکار کر دیا ہے تو دوسری حریت پسند پارٹی (مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی) کے لئے بھی وزارت قبول کرنا مناسب نہیں ہو گا، ان دونوں پارٹیوں کو آزادیٔ کامل کے مطالبہ کی بنا پر ہم مسلک تصور کیا جاتا تھا، اور دونوں کے قائدین کے درمیان کوئی بڑا اختلاف موجود نہیں تھا[90]، اس لئے حکومت سازی سے کانگریس کے انکار کے بعد انڈی پنڈنٹ پارٹی کا اس کو قبول کرنا مناسب نہیں ہے۔

☆ لیکن دوسری جانب ممبران کی ایک بڑی تعداد وزارت قبول کرنے کی حامی تھی اور یہ رجحان ان میں خود کانگریس کے رد عمل سے پیدا ہوا تھا، الیکشن میں غیر متوقع کامیابی ملنے کے بعد کانگریسی رہنماؤں نے مسلمانوں سے بے نیازی کا جو رویہ اختیار کر لیا تھا اسے دیکھ کر مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے رہنما مایوس ہو گئے تھے، اور بہار میں مخلوط حکومت بننے کی کوئی امید باقی نہ رہ گئی تھی۔

-----حواشی-----

88 - حسن حیات ص ۸۰۔

89 - حسن حیات ص ۸۰، ۷۹۔

90 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۵، ۳۲۴ بحوالہ "اپنی کہانی" از ڈاکٹر راجندر پرشاد ۷۹۲، ۷۹۳

حضرت مولانا سجادؒ کی ذاتی رائے

دوسری طرف کانگریس اور گورنر کے اختلاف سے ریاست میں جو تعطل کی صورت حال پیدا ہوگئی تھی اس کی بنا پر حضرت مولانا سجادؒ اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کے دیگر بڑے رہنماؤں کو یہ خدشہ پیدا ہوگیا تھا، کہ کہیں ملک کی آزادی کی منزل دور نہ چلی جائے، اور قوم لا حاصل تگ ودو سے مایوس ہو کر بیٹھ نہ جائے، حضرت مولانا سجادؒ نے اپنے ایک بیان میں ان خدشات کا خود اظہار فرمایا ہے:

"قابل غور امر یہ ہے کہ اس تعطل کے مظاہرے سے بحالت موجودہ ملک کی آزادی کی طرف کوئی قدم آگے بڑھے گا؟ اس سے عوام الناس کو کوئی فائدہ پہونچے گا؟ غربت وافلاس سے ملک کے باشندوں کو نجات ملے گی؟ یا اس میں کوئی تخفیف ہوگی؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ رائے ایسی نہیں تھی جن پر توجہ نہیں کی جاتی، اسی طرح بعض بعض ممبروں نے یہ بھی خیال ظاہر کیا، کہ اگر کانگریس نے مجالس مقننہ کو توڑ کر بار بار الیکشن لڑانے کا کھیل کھیلنا شروع کیا، تو ممکن ہے کہ ہندو اکثریت کے نقطۂ نگاہ سے کوئی نقصان دہ امر نہ ہو، مگر مسلمانوں کی قومی حالت کے اعتبار سے یہ کھیل ان کے لئے ناقابل برداشت ہے، مسلمانوں کی اقتصادی حالت ایسی نہیں ہے کہ سال میں ایک دوبار یہ کھیل کھیلا کریں، اگر کانگریس نے یہ روش اختیار کی، تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا، کہ کوئی مسلمان اپنی طاقت پر الیکشن میں کھڑا نہیں ہوگا، اسمبلی کے دلدادے مجبور ہو کر دوسروں کے سہارے الیکشن میں کھڑے ہونگے اور اس طرح ان کی جماعتی حیثیت فنا ہو جائے گی[91]۔

مجلس عاملہ کے ایک اہم رکن قاضی احمد حسین صاحبؒ کا بھی یہی خیال تھا ان کا کہنا تھا کہ:

-----حواشی-----

91 - مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد–حیات وخدمات ص ۳۶۳، ۳۶۴ بحوالہ جریدہ نقیب ص ۴، ۶ مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۳۷ء۔

"کانگریس کو یہ تجربہ کرناچاہئے کہ عوام کی مرضی اور عوام کے مفاد میں اس کی وزارت کام کرسکے گی یا نہیں۔ اگر ایسا ممکن نہیں ہوااور گورنروں نے وزارت کے کاموں میں مداخلت کی تواس کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے، وہ اس وقت وزارتوں سے استعفیٰ دے سکتی ہے، لیکن جبکہ کانگریس نے اس خطرہ کی بناپر کہ گورنر مداخلت کریں گے، وزارت قبول کرنے سے انکار کردیاہے، توکانگریس کی حامی جماعتوں کووزارت قبول کرکے یہ تجربہ کرناچاہئے، کہ گورنر وزیروں کے کاموں میں مداخلت سے پرہیز کرتے ہیں یا نہیں، کانگریس کو سوچنے کاوقت اور موقعہ دیناچاہئے ،اور برطانیہ نواز حلقوں کواس کاموقعہ نہیں دیناچاہئے، کہ وہ حکومت کی کرسیوں پر قبضہ کرلیں، قاضی صاحب کوامید تھی کہ کانگریس اور گورنر کے درمیان جورسہ کشی ہے وہ ختم ہوجائے گی، اور کانگریس وزارتوں کی ذمہ داریاں اٹھالے گی، اور اسے اٹھالیناچاہئے "[92]

مجلس عاملہ میں آزادانہ بحث ومباحثہ کے بعد رائے شماری

بہرحال مجلس عاملہ میں اس موضوع پر کھل کر گفتگو ہوئی، اجلاس کی پوری کاروائی شاہ محمد عثمانی صاحبؒ کی کتاب "حسن حیات" سے پیش ہے:

"۳۱/مارچ ۱۹۳۷ء کو مجلس عاملہ انڈی پنڈنٹ پارٹی کی ملتوی شدہ میٹنگ کی دوسری نشست مسٹر محمد محمود صاحب کی کوٹھی میں ہوئی، حضرات ذیل شریک تھے:

۱-حضرت مولاناابوالمحاسن محمد سجادؒ (صدر)

۲-حافظ محمد ثانی

۳-حاجی اختر حسین خان

۴-مولاناسید منت اللہ

-----حواشی---

92 -حسن حیات ص ۸۰۔

۵-مسٹر محمد محمود

۶-مسٹر تجمل حسین

۷-حاجی شرف الدین حسن

۸-مولوی سید محمد حفیظ ایڈووکیٹ

۹- قاضی احمد حسین

۱۰-مولانامحمد یسین

۱۱-مولاناعبد الودود

۱۲-مولوی خلیل احمد وکیل

۱۳-مولوی جعفر امام

سب سے پہلے مسٹر محمد یونس نے اپنی تقریر میں بتایا کہ ہندو ممبران اسمبلی کی کافی تعدادان کی حمایت کرے گی ،اس پر خلیل احمد صاحب نے کہا کہ ہندو ہر گز ساتھ نہیں دیں گے، یہ مسٹر یونس صاحب کا صرف ایک خیال ہے،اس کے بعد بحث شروع ہوئی، آخر میں قاضی احمد حسین صاحب نے حسب ذیل تجویز پیش کی:

"کانگریس کے انکاروزارت اورملک وملت کے مفاداوراس پارٹی کے کریڈ اور پروگرام وغیرہ کو پیش نظر رکھ کراور تمام احوال پر غور کر کے مجلس عاملہ اس نتیجہ پر پہونچی ہے کہ:

(الف)کانگریس کے لیڈراور گورنر کاباہم متفق نہ ہوناغالباًغلط فہمی پر مبنی ہے۔جس سے خطرہ پیداہو گیاہے، کہ عوام کے منتخب شدہ نمائندگان اگر آفس قبول کرنے سے انکار کردیں تو یقیناً بحالت موجودہ گورنر کواس کاموقعہ دیتے ہیں، کہ وہ شخصی حکمراں ہونے کی حیثیت خوداختیار کرلیں، جس سے ملک وعوام کو کوئی فائدہ نہیں پہونچ سکتابلکہ اندیشہ ہے کہ نقصان پہونچے،اس کے ساتھ وہ مقصد بھی کلیۃً مفقود ہوجاتاہے، جس کے لئے کانگریس آفس قبول کرنے کو تیار تھی۔

(ب)اور یہ طے کرتی ہے کہ آفس قبول کیا جائے تاکہ قوم پرورانہ پروگرام کو حتی الوسع کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے اور اسمبلی کے ذریعہ غریب کسانوں، مزدوروں، دیسی کاریگروں اور تاجروں کو جو کچھ نفع پہونچانا ممکن ہو اس کی راہ پیدا کی جائے۔

مجلس عاملہ کو امید ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کے اندر قوم پرورانہ پروگرام کے لئے جو کچھ کام ہو سکتا ہے، عام حالات میں گورنر اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں گے اور ایسی صورت میں تجربہ کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ وہ غلط فہمی دور ہو جائے گی، جو کانگریس اور گورنر کے مابین پیدا ہو گئی ہے، اور وہ وقت ملک کے لئے نہایت خوش آئند ہو گا"۔

اس کے بعد جلسہ دوسرے روز کے لئے ملتوی ہونے والا تھا کہ مسٹر یونس جو صدر جلسہ سے اجازت لے کر گورنر سے ملنے گئے تھے، واپس آئے، اور انہوں نے بتایا کہ گورنر نے کہا ہے کہ نواب عبدالوہاب صاحب اور گور سہائے لال کو وزارت میں ضرور رکھا جائے، ورنہ وہ کسی دوسرے صاحب کے ذمہ وزارت بنانے کا کام کر دیں گے، اس چیز سے قاضی احمد حسین صاحب اور بعض دوسرے ممبران مجلس عاملہ میں گورنر کے خلاف ناراضی پیدا ہوئی، دوسری طرف یہ واقعہ بھی ہو گیا کہ پٹنہ کے کچھ نوجوانوں نے انگریزی حکومت کے خلاف کوئی جلوس نکالا تھا غالباً یوم جلیانوالہ باغ کے سلسلہ میں تھا، ان کو گرفتار کر لیا گیا، اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کی سفارش کے باوجود ان کو رہا نہیں کیا گیا، اس طرح یہ بات صاف ہو گئی کہ گورنر وزارت کو آزادانہ کام نہیں کرنے دیں گے، اس طرح کانگریس کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا اور کانگریس کے ذمہ داروں کو یہ تجربہ کرنے دینے کی بات ختم ہو گئی کہ کانگریس وزارتوں کے کاموں میں گورنر حائل نہیں ہونگے اس لئے جب ۴/اپریل ۱۹۳۷ء کو پارٹی کی مجلس عاملہ اور نمائندگان اسمبلی و کونسل کا مشترکہ جلسہ

۹ بجے دن کو پارٹی کے دفتر میں منعقد ہوا، تو قاضی احمد حسین صاحب نے وزارت قبول کرنے کی مخالفت کی، اس جلسہ میں ارکان عاملہ کے علاوہ حسب ذیل حضرات نے شرکت کی تھی۔

۱-مسٹر سید نقی امام صاحب

۲-چودھری شرافت حسین صاحب

۳-مولوی اسلام الدین صاحب

۴-مولوی محمد طاہر صاحب

۵-مولوی عبد الجلیل صاحب

۶-مولوی ابوالاحد محمد نور صاحب

۷-مولوی عبد المجید صاحب

۸-مولوی محمد یعقوب صاحب

۹-مولوی رفیع الدین رضوی صاحب ڈپٹی لیڈر انڈی پنڈنٹ پارٹی

۱۰-چودھری نظیر الحسن صاحب

۱۱-مولوی شفیق الحق صاحب

اس موقعہ پر مسٹر محمد محمود صاحب نے وہ تجویز پیش کی جو قاضی احمد حسین نے مرتب کی تھی اور مجلس عاملہ میں پیش کی تھی، اور مندرجہ بالا اسباب کی بنا پر جس کے وہ مخالف ہو چکے تھے، مولانا عثمان غنی صاحب نے اس تجویز کی تائید کی، لیکن رفیع الدین رضوی اور قاضی احمد حسین صاحب کی تقریریں سننے کے بعد مولانا عثمان غنی صاحب غیر جانبدار ہو گئے۔

رفیع الدین رضوی نے تجویز کے خلاف ایک طویل تقریر کی انہوں نے کہا کہ "عہدہ قبول کرنا غیر دانشمندانہ ہو گا، قاضی احمد حسین نے کہا کہ:

" مجلس عاملہ میں میں نے رائے دی تھی کہ عہدہ قبول کرنا چاہئے مگر اس چند روز کے

تجربہ نے ہمیں بتایا کہ ہماری کابینہ قطعاً بے بس ہوگی، یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو گرفتاریاں ہوئیں مگر آج تک ان کو رہا نہیں کیا گیا، دوسرے گورنر کو اس پر بھی اصرار ہے کہ ان کا کوئی آدمی بھی کابینہ میں رہے گا، وہ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر مسٹر یونس نے ان کے آدمی کو قبول نہیں کیا تو وزارت کی تشکیل کی ذمہ داری دوسرے لوگوں کے سپرد کریں گے اس لئے میں اب اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ عہدہ قبول نہ کیا جائے جس کی ابتدا یہ ہے اس کی انتہا نہ پوچھ"

اس کے بعد اور لوگوں نے بھی تقریریں کیں۔ آخر میں صدر پارٹی حضرت مولانا سجادؒ کے ایماء پر رائے شماری کی گئی تو ایک ووٹ کی اکثریت سے وزارت قبول کرنے کا فیصلہ کیا گیا، تجویز کی حمایت میں حسب ذیل حضرات نے ووٹ دیئے:

۱- مسٹر محمد محمود بیرسٹر جنرل سکریٹری

۲- چودھری شرافت حسین

۳- ابوالاحد محمد نور

۴- مولوی اسلام الدین

۵- مولوی عبدالجلیل

۶- چودھری نظیر الحسن

۷- مولوی شفیق الحق صاحب

۸- مولوی طاہر

۹- نواب تجمل حسین

۱۰- مسٹر محمد یونس

۱۱- مولوی جعفر امام صاحب

۱۲- مولوی قدیر الحسن صاحب

جب کہ مندرجہ ذیل حضرات نے وزارت قبول کرنے کی مخالفت کی:

۱-حافظ محمد ثانی

۲- قاضی احمد حسین

۳-سید نقی امام صاحب

۴- خلیل احمد صاحب

۵-بدرالحسن صاحب وکیل

۶-مولوی اسمعیل خان صاحب

۷-مولوی شرف الدین صاحب باڑھ

۸-مولوی رفیع الدین رضوی ڈپٹی لیڈر انڈی پنڈنٹ پارٹی

۹-مولوی محمد یعقوب صاحب

۱۰-سید محمد حفیظ صاحب وکیل

۱۱-مولوی عبدالمجید صاحب

مولانا عثمان غنی صاحب اور مولانا یسین صاحب غیر جانبدار رہے، مولانا منت اللہ صاحب جلسہ میں موجود نہیں تھے، اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ امارت شرعیہ کے کسی کارکن نے اس موقعہ پر کھل کر وزارت قبول کرنے کی حمایت نہیں کی، پھر بھی چونکہ حاضرین کی ایک ووٹ کی اکثریت سے وزارت قبول کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اس لئے امارت کے کارکنوں نے وزارت کو کامیاب بنانے میں پوری مدد کی[93]۔

البتہ خود حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کی ذاتی رائے وزارت قبول کرنے کے حق میں پہلے سے ہی تھی[94]

-----حواشی-----

93 ۔حسن حیات ص ۸۰ تا ۸۴۔

94 ۔محاسن سجاد ص ۱۷۰ مضمون مولانا منت اللہ رحمانیؒ☆حیات سجاد ص ۱۴۳ مضمون مولانا محمد عثمان غنی۔

حکومت سازی کی تجویز منظور

جناب بیرسٹر محمد یونس صاحب کی بحیثیت وزیر اعظم حلف برداری

یکم اپریل ۱۹۳۷ء (۱۹/ محرم ۱۳۵۶ھ) کو جناب بیرسٹر محمد یونس صاحب[95] نے وزارت عظمیٰ کا حلف لیا اور بہار کے پہلے وزیر اعظم (فرسٹ پریمیر آف بہار) کی حیثیت حاصل کی[96]۔

-----حواشی---

95 - جناب محمد یونس صاحب کی ولادت ۴/ مئی ۱۸۸۴ء (۸/ رجب المرجب ۱۳۰۱ھ) خطۂ مگدھ میں ایک روایت کے مطابق اپنے آبائی گاؤں "پنہرا" میں اور دوسری روایت کے مطابق نانیہال "سلیم پور پپلا" میں ہوئی، پنہرا پٹنہ ضلع کے نوبت پور تھانہ میں پٹنہ شہر کے جنوب مغرب میں کوئی بیس (۲۰) میل کی دوری پر پن پن ندی کے ٹھیک کنارے پر اس کے مغرب جانب واقع ہے، اس وقت یہ ایک کوردہ دیہات تھا، جہاں کوئی کچی یا پکی سڑک نہیں جاتی تھی، نہ کوئی اسکول تھا، نہ اسپتال اور نہ ڈاک خانہ، بلکہ یہ پورا علاقہ ہی انتہائی پسماندہ تھا، لیکن علمی اور ثقافتی اعتبار سے نہ صرف مگدھ بلکہ پورے صوبۂ بہار کا اسے دماغ تصور کیا جاتا تھا، اس علاقہ کی چھوٹی چھوٹی بستیوں میں بڑی بڑی نامور ہستیاں پیدا ہوئیں (مسٹر محمد یونس بارایٹ لاء ایک تعارف، از کامریڈ تقی رحیم ص ۶ تا ۹ میں ان بستیوں اور وہاں پیدا ہونے والی نامور شخصیتوں کی تفصیل موجود ہے، ملاحظہ کریں۔ واضح رہے کہ کامریڈ تقی رحیم صاحب بھی اسی دیار کے پنہرا سے چار میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع بہرانواں گاؤں کے رہنے والے ہیں) جہاں سے تہذیب وثقافت، علم وادب، درس وتدریس، اور روحانیت واخلاق کے سوتے پھوٹتے تھے، یہاں تک کہ آج بھی جب کہ یہ علاقہ مسلمانوں سے گویا خالی ہو چکا ہے، اور ان کی بستیاں ویران اور کھنڈر پڑی ہیں، بہار کی عوامی زندگی پر ان کے علمی وثقافتی وسماجی اور سیاسی کاموں کی چھاپ بہت واضح اور روشن ہے، پچھلی صدی کے نصف آخر میں جتنی بڑی تعداد میں اونچے پایہ کے علماء، فضلاء، ادیب وشاعر، خطیب وواعظ، حکماء، قانون داں، دانشور اور سیاسی مدبر نیز دوسرے اعتبار سے عظیم ہستیاں اس علاقے میں پیدا ہوئیں اس کی مثال ملک کے کسی دوسرے خطہ میں شاید ہی مل سکے۔

ع چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اسلام کی علمی تہذیب سے اس علاقہ کے غیر مسلم بھی کافی فیضیاب تھے۔

جناب یونس صاحب کی پرورش وپرداخت موضع پنہرا میں ہوئی، ان کے والد کا نام مولوی علی حسن مختار تھا، نامی گرامی اور اپنے پیشے میں کامیاب بیرسٹر تھے، کافی جائداد بنائی اور خوب نام پیدا کیا، ان کے دو لڑکے تھے، بڑے محمد یوسف اور چھوٹے محمد یونس، یونس صاحب نے ابتدائی تعلیم گھر ہی پر مکتب میں حاصل کی، اور اردو، فارسی اور عربی میں اچھی صلاحیت پیدا کر لی، پٹنہ کالجیٹ سے میٹرک پاس کیا، اور میٹرک پاس کرنے کے بعد پٹنہ کالج میں داخلہ لے کر ایف-اے میں پڑھنے لگے،

ادھر مختار صاحب نے بڑے لڑکے محمد یوسف کو بیرسٹری پڑھنے کے لئے لندن بھیج دیا، یونس صاحب نے بھی لندن

جانے کی ضد کی، لیکن والد راضی نہیں ہوئے، ۱۹۰۲ء میں یونس صاحب کی شادی مرزاپور کے وکیل مولوی عبدالجبار صاحب کی لڑکی سے ہوئی، چنانچہ گھر پر کسی کو کچھ کہے سنے بغیر والد کی مرضی کے خلاف صرف اہلیہ کو خبر دے کر اور غالباً انہیں سے روپیہ لے کر یونس صاحب ۱۹۰۳ء میں لندن کے لئے روانہ ہو گئے، اپنی ضد پر قائم رہے اور والد محترم کو خرچ پورا کرنے پر مجبور کیا، ۱۹۰۶ء میں انہوں نے بیرسٹری پاس کی، لندن کے دوران قیام انہوں نے یورپ کے کئی ملکوں کی سیاحت کی اور دوبار ممالک متحدہ امریکہ کی سیر کی، ۴/مارچ ۱۹۰۶ء کو لندن سے واپس لوٹے اور کلکتہ ہائی کورٹ میں پریکٹس کرنے کے لئے اپنا نام درج کرایا، مگر چند ہی مہینوں میں وہاں سے پٹنہ آکر لوور کورٹ میں پریکٹس کرنے لگے جہاں ان کی پریکٹس خوب چمکی۔

طالب علمی کی زندگی میں پٹنہ میں یونس صاحب کو اسپورٹس سے خاصی دلچسپی تھی، مگر لندن میں انہوں نے مختلف ممالک کی سیاحت اور مباحثہ کی مجلسوں سے زیادہ دلچسپی لی، پٹنہ میں پریکٹس شروع کرنے پر وکالت کے ساتھ مختلف سماجی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا، بارہ (۱۲) برسوں تک وہ بہار ینگ مین ایسوسی ایشن کے سکریٹری رہے۔

انسٹی ٹیوٹ کی موجودہ عمارت خاص طور پر ان کی سعی و کوشش کی مرہون منت ہے، بہار اسٹوڈنٹس یونین کے کئی برسوں تک صدر رہے، جو بقول ڈاکٹر راجندر پرشاد ایک زمانہ میں سیاسی مسائل پر بحث و فکر کے لئے بہاریوں کا واحد ادارہ تھا، پٹنہ سیٹی میونسپلٹی کے لئے تین (۳) بار چنے گئے، اور اچھی خدمات انجام دیں، ابتدا میں کانگریس کے کاموں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، ۱۹۰۸ء کے لاہور سیشن میں پہلی بار ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شریک ہوئے، لیکن گاندھی جی کی عدم تعاون کی پالیسی سے اختلاف کے باعث ڈاکٹر سچتانند سنہا، اور سر علی امام وغیرہ کی طرح کانگریس سے الگ ہو گئے، ۱۹۱۶ء میں پہلی بار امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر منتخب ہوئے، پھر بہار واڑیسہ کونسل کے انتخاب میں ۱۹۲۱ء میں حصہ لیا، کامیاب ہوئے، اور ۱۹۲۲ء تک اس کے ممبر رہے، ۱۹۳۲ء میں پھر بہار کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۶ء تک اس کے ممبر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

۱۹۳۳ء میں انہوں نے فریضۂ حج ادا کیا، اور اس سفر کے دوران مقامات مقدسہ کی زیارت بھی کی، ساتھ ہی مشرق وسطیٰ عرب اور شمالی افریقہ کے مسلم ممالک کی سیاحت کی۔

یونس صاحب کے والد خود زمیندار نہیں تھے، انہوں نے زیادہ تر جائیداد کاشت کی صورت میں بنائی اور بڑی اچھی کھیتی کرواتے تھے، یونس صاحب کو جو زمین والد صاحب سے ملی ان پر یہ جدید طریقہ سے بہت اچھی کھیتی کرتے تھے، وہ ایک ماہر کاشتکار کے ساتھ پٹنہ ہائی کورٹ کے چوٹی کے بیرسٹر اور بختیار پور بہار ریلوے کے مالک بھی تھے، ایک انگریزی پریس بھی ان کا تھا، اور ایک ڈیلی انگلش اخبار پٹنہ ٹائمز کے مالک بھی تھے، ان کا گرانڈ ہوٹل پٹنہ کا سب سے پرانا اور سب سے پہلا انگریزی وضع کا ہوٹل تھا، ویسے تو کئی بینکوں کے ڈائرکٹر تھے، لیکن اورینٹ بینک کے نام سے اپنا ایک بینک قائم کیا، ایک انشورنس کمپنی بھی ان کی تھی، اسی ایک گرانڈ ہوٹل میں ان کی رہائش گاہ بھی تھی، اور بیرسٹری کا چیمبر بھی تھا، پریس بھی تھا، اور اخبار بینک، انشورنس کمپنی اور لائٹ ریلوے کا دفتر بھی، اور کمال یہ کہ ان سب کی نگرانی خود ہی کرتے تھے۔

مسٹر یونس اپنے وقت میں بہار کے سب سے بڑے بیرسٹروں میں تھے، اور کافی محنت سے کام کرتے تھے، قانون کا مطالعہ کافی وسیع تھا، حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نے انڈی پنڈنٹ پارٹی بنائی تو اس پارٹی کو مضبوط بنانے اور برسر اقتدار لانے میں

مسٹر یونس کے عوامی رابطہ نے بڑا کام کیا۔

۱۹۳۷ء میں صوبہ بہار کے پہلے وزیر اعظم ہوئے، بناوٹ اور تصنع سے دور صاف گوئی کے عادی تھے، اس لئے نئے حکمرانوں سے نہیں بنی،۔۔۔۔۔

۱۹۴۶ء کے فسادات، ملک کی تقسیم اور بہار کے مسلمانوں کی تباہی کا ان کے دل ودماغ اور صحت پر برا اثر پڑا، پھر بھی فسادزدگان کی ریلیف کا کام خلوص اور مستعدی کے ساتھ انجام دیا، ہر آڑے وقت میں جمعیۃ علماء ہند اور امارت شرعیہ اور عام مسلمانوں کے کام آئے، اسی درمیان ۱۹۴۶ء میں ان کے بڑے لڑکے یٰسین یونس کا انتقال ہوگیا، ہونہار بیٹے کی موت کا صدمہ جانکاہ ثابت ہوا، اور بعض دیگر آزمائشوں سے بھی دوچار ہونا پڑا، مثلاً ان کے بختیار پور ریلوے کے مسئلے میں الجھا کر ان کو نظر بند کر دیا گیا، اس کا قصہ یہ تھا کہ بختیار پور ریلوے کے وہ مالک تھے، کچھ لوگوں نے یہ ہنگامہ کیا کہ اس ریلوے کا انتظام اچھا نہیں ہے، ڈسٹرکٹ بورڈ کو چاہئے کہ اس کو اپنے قبضہ میں کر کے نظام درست کرے، چنانچہ ڈسٹرکٹ بورڈ نے زبردستی اس پر قبضہ کر لیا، اور جب اس کے آدمی حساب لینے کے لئے مسٹر یونس صاحب کے پاس گئے تو مسٹر یونس نے حساب دینے سے انکار کر دیا، اس پر طرفین میں کچھ تیز وترش باتیں ہوئیں، چنانچہ یونس صاحب کے خلاف فوجداری مقدمہ دائر کر دیا گیا، پھر ڈاکٹر کی اس رپورٹ پر کہ ان کو اپنے مکان سے منتقل کیا گیا، تو ان کی زندگی کو خطرہ ہو سکتا ہے، ان کو گھر ہی پر نظر بند کر دیا گیا، شاہ محمد عثمانی صاحبؒ اپنے سابقہ تعلقات کے پیش نظر ان سے ملنے گئے تو انہوں نے عثمانی صاحب کو ایک درخواست اور مسلح پولیس کے پہرہ کی تصویریں دیں اور کہا کہ آپ جواہر لال تک میری یہ درخواست پہونچا دیں، عثمانی صاحب وہ کاغذات لے کر دہلی پہونچے تو حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سے معلوم ہوا کہ جواہر لال آج ہی انڈونیشیا جارہے ہیں، اس لئے ان سے ملاقات دشوار ہے، مولانا حفظ الرحمن صاحب کے ساتھ وہ سردار پٹیل سے ملے، سردار پٹیل نے وہ کاغذات لے لئے اور کہا کہ پڑھ لوں تو کوئی کاروائی کروں گا، سردار پٹیل نے بعد میں مولانا حفظ الرحمن صاحب کو اطلاع دی کہ انہوں نے ایک نوٹ بہار گورنمنٹ کو بھیجا ہے، اس کے بعد سے مسٹر یونس سے پولیس کا پہرہ اٹھ گیا، تاہم ہائی کورٹ اور پھر سپریم کورٹ میں وہ مقدمہ لڑتے رہے،۔۔۔۔ اور وہ کیس جیت بھی گئے، لیکن ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے نے ریلوے کی قیمت لے کر اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔

ان حادثات سے بیرسٹر یونس صاحب کی صحت بے حد متاثر ہوئی، اور وہ علاج کے لئے لندن چلے گئے، اور اسی دیار غیر میں ۱۳/ مئی ۱۹۵۶ء (۲/ شوال المکرم ۱۳۷۵ھ) کو اس دار فانی سے عالم جاودانی کے لئے رخصت ہوگئے، خواجہ کمال الدین کی تعمیر کردہ ورکنگ مسجد میں نماز جنازہ ادا کی گئی، اور وہاں سے تین میل دور بروک ووڈ کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

اولاد میں صرف دولڑکے یٰسین یونس اور یعقوب یونس ہوئے، دونوں تعلیم یافتہ تھے، بڑے لڑکے یسین یونس باپ کی زندگی ہی میں فوت ہوگئے تھے، چھوٹے صاحبزادے یعقوب یونس بعد تک زندہ رہے (مسٹر محمد یونس بارایٹ لا ایک تعارف از کامریڈ تقی رحیم ص ۵ تا ۱۷ ☆ٹوٹے ہوئے تارے از شاہ محمد عثمانی ص ۳۴۷ تا ۳۵۰)

96 - حسن حیات ص ۸۰ تا ۸۴ ☆نقیب ۴/ مارچ ۱۹۳۷ء ☆تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۴ تقی رحیم صاحب☆صوبہ بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۷ مرتبہ: جناب اصغر امام فلسفی، شائع کردہ

بہر حال مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی حکومت میں دیگر وزراء کے ساتھ گورنر کی خواہش کے مطابق اس کے کامیاب ممبران کے علاوہ جناب عبد الوہاب خان صاحب، بابو گر سہائے لال، اور کماراجیت پرشاد سنگھ دیو بھی شامل تھے [97]۔ سر سلطان احمد ایڈوکیٹ جنرل بنائے گئے [98]۔

کانگریس کا ردعمل

کانگریس پارٹی کو یہ ہرگز توقع نہیں تھی کہ انڈی پنڈنٹ پارٹی اتنی عجلت کا مظاہرہ کرے گی اوراس کے علی الرغم وزارت سازی کے لئے آمادہ ہو جائے گی ،اس لئے کہ سیاسی حلقوں میں انڈی پنڈنٹ پارٹی کانگریس کی اتحادی پارٹی تصور کی جاتی تھی، انڈی پنڈنٹ پارٹی کے حکومت سازی کے فیصلہ سے کانگریس کو حیرت بھی ہوئی اور ناراضگی بھی، کانگریسی قائدین نے اس کو مولانا سجادؒ اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کی بڑی سیاسی بھول قرار دیا، بہار، اڑیسہ اور آسام کے الیکشن انچارج ڈاکٹر راجندر پرشاد (جو بعد میں آزاد ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ بنے) اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں:

"بہار صوبہ میں یہ کام گورنر نے مسٹر محمد یونس کے سپرد کیا یہ حضرت مسلم انڈی پنڈنڈنٹ کی طرف سے چنے گئے تھے، جس کے خاص معاون تھے مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد جو جمعیۃ العلماء کے خاص رہنما تھے، سمجھا جاتا تھا کہ اس (محمد یونس) کے ساتھ ان کی پوری ہمدردی ہے، چناؤ میں بھی اگرچہ ان سے صلح نہیں تو کوئی جھگڑا بھی نہیں ہوا تھا، کتنے ہی کانگریسی مسلمانوں نے ان کی پارٹی میں اس لئے نام لکھایا تھا کہ وہ اس طرح آسانی سے چنے جاسکیں گے، خاص کر جب وہ یہ سمجھتے تھے ، کہ کانگریس کی پالیسی سے مولانا سجادؒ بڑی حد تک متفق ہیں، مگر اس موقعہ پر مولانا چوکے، انہوں نے اپنی پارٹی میں طے کیا کہ وہ وزارت بنائیں، معلوم نہیں وہاں کیا

:سید ایڈورٹائزنگ، نئی دہلی، ۲۰۰۶ء۔ واضح رہے کہ اصغر امام فلسفی صاحب کو ایک عرصہ تک حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل رہا ہے، جیسا کہ انہوں نے انتساب کتاب میں خود اس کا اظہار کیا ہے (ص ۳)۔

97 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۴ تقی رحیم صاحب۔

98 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۶ تقی رحیم صاحب۔

ہوا؟ طرح طرح کی باتیں اس زمانے میں ہوا میں تھیں"[99]

یہ مولاناؒ کی سیاسی بھول ہو یا نہ ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے لئے خود کانگریس کا اپنا رویہ بھی ذمہ دار تھا، کانگریس کے طرز عمل نے مسلمانوں کو سخت مایوس کر دیا تھا، ورنہ مولاناؒ نے پارٹی کی پہلی میٹنگ میں ہی میں کانگریس کو مخلوط حکومت بنانے میں اپنے تعاون کا اشارہ دیا تھا، لیکن کانگریس نے اپنی غیر متوقع فتح کے غرور میں اس کو مسترد کر دیا تھا[100]۔

بہار میں انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مثالی اور تاریخ ساز حکومت

بہار کی حکومت گو کہ بظاہر وزیر اعظم مسٹر محمد یونس بیرسٹر کے ہاتھ میں تھی مگر حقیقت میں اس کے روح رواں اور پالیسی ساز پارٹی کے پارلیمنٹری بورڈ کے صدر حضرت مولانا محمد سجادؒ کی ذات گرامی تھی[101]۔

مسٹر یونس صاحب نے حضرت مولاناؒ کی سربراہی میں شاندار حکومت چلائی، اور خیر القرون کی یاد تازہ کر دی، ان کا دروازہ رات و دن ہر عام وخاص کے لئے کھلا رہتا تھا، کسی سے ملنے سے کبھی انکار نہیں کیا، ہر ایک سے ملتے اور اس کے لئے ضروری ہدایات دیتے، تقریباً پورے صوبہ اور صوبہ کے اندر دور افتادہ دیہاتوں تک کے انہوں نے دورے کئے، اور لوگوں کے مسائل خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور سنے، مسٹر یونس کو ان تمام مشکلات کا سامنا ہوا جو کسی غریب ریاست کے ذمہ دار کو ہو سکتا تھا۔ کسانوں کی شکایتیں بھی تھیں، گنے کی کاشت کا مسئلہ تھا، سیلاب کا قہر تھا، فرقہ وارانہ فسادات کی مصیبت تھی، ہندی اردو کا جھگڑا تھا، وغیرہ انہوں نے ہر مسئلہ کو جماعتی یا مذہبی تصورات سے بالاتر ہو کر حل کرنے کی کوشش کی[102]۔

-----حواشی---

99 ۔تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۴، ۳۲۵ بحوالہ "اپنی کہانی" از ڈاکٹر راجندر پرشاد ص ۷۹۲، ۷۹۳۔

100 ۔تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۵۔

101 ۔حیات سجاد ص ۱۵۲ مضمون مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ۔

102 ۔صوبہ بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس مرتبہ اصغر امام فلسفی ص ۱۴۔

قیدیوں کی رہائی

یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو کانگریس نے ہڑتال کا اعلان کیا ہوا تھا، اس سلسلے میں پر تشدد مظاہروں کا سلسلہ رات ہی سے شروع ہو گیا تھا، مسٹر یونس صاحب کی کوٹھی کے سامنے بھی مظاہرے ہوئے، جو ابھی تک وزیر اعظم نہیں بنے تھے لیکن پارٹی لیڈر ہونے کی بنیاد پر متوقع وزیر اعظم تھے، بہار پولیس نے مظاہرہ کے بعض قائدین کو گرفتار کر لیا تھا، مسٹر یونس صاحب نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تمام قیدیوں کو غیر مشروط رہائی عطا کی، ۳۱/مارچ کی شب میں یہ لوگ گرفتار ہوئے تھے اور یکم اپریل کی صبح کو رہا کر دیئے گئے، اور باقی قیدیوں کے متعلق تفصیلات طلب کیں، تاکہ ان پر غور کر کے مناسب فیصلہ کیا جائے[103]۔

اس دور میں فرقہ وارانہ ملزمین پر اکثر جگہ مقدمے نہیں چلائے گئے، بلکہ ان میں اکثر لوگوں کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا گیا، تاکہ ان کی رہائی سے امن وسکون کی فضا پیدا ہو اور فریقین کے درمیان سمجھوتہ میں آسانی ہو، آپ نے اپنے چار (۴) ماہ کے عرصۂ حکومت میں سات دہشت انگیز قیدیوں کو غیر مشروط رہائی دی، جب مسٹر یونس جیل انسپکٹ کرنے گئے تو وہاں کئی گھنٹے رہے، اور ہر پولٹیکل قیدی سے خود اکیلے میں باتیں کیں، اور اس کی شکایتیں دور کرنے کی کوشش کی[104]۔

فرقہ وارانہ ہم آہنگی

یونس حکومت نے فرقہ وارانہ کشیدگی پر بڑی حد تک قابو پا لیا تھا، ایسا نہیں تھا کہ ان کے زمانہ میں فسادات نہیں ہوئے، لیکن ان کے ایثار اور مستعدی کی بدولت اسے زیادہ پھیلنے اور شدت پکڑنے کا موقعہ نہ ملا، جہاں کہیں فساد کی خبر آئی، خود بنفس نفیس موقعہ واردات پر پہونچے، اور خوش اسلوبی کے ساتھ فریقین میں سمجھوتہ کرایا[105]۔

-----حواشی--

103 ۔بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۱۵، ۱۴ مرتبہ جناب اصغر امام فلسفی۔

104 ۔بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۱۵، ۱۴ مرتبہ جناب اصغر امام فلسفی۔

105 ۔بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۱۵ مرتبہ جناب اصغر امام فلسفی۔

اورنگ آباد فساد کے موقعہ پر وزیر اعظم مسٹر یونس کا مثالی کردار

اورنگ آباد کے فساد کے موقعہ پر مسٹر یونس صاحب نے اسلامی سیاست اور رواداری کا جو نمونہ پیش کیا، اس کی کوئی مثال موجودہ دور کی تاریخ میں نہیں مل سکتی، زمام حکومت سنبھالے ہوئے ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے کہ اورنگ آباد میں ہندو مسلم فساد بھڑک اٹھا، جس کی جڑیں پچھلے سات آٹھ ماہ سے جڑی ہوئی تھیں، یہ خبر ملتے ہی ۲۲/ اپریل ۱۹۳۷ء (۱۰/ صفر المظفر ۱۳۵۶ھ) کو یکایک آٹھ بجے دن میں وہ اورنگ آباد پہونچ گئے، اور ہندو مسلمان دونوں فریقوں سے مل کر باہم تصفیہ کروایا، ۲۵/ اپریل کو مورتی کا قصہ ختم ہو گیا، اور مورتی بھسان ہو گئی، مسجد کو جو نقصان پہونچا تھا، اس کی بھی مرمت کرائی گئی، پچھلے کئی ماہ سے بہت سے بے قصور مسلمان اسی سلسلے میں جیل میں بند تھے اور ان سے دس دس ہزار (۱۰۰۰۰) کی ضمانت طلب کی گئی تھی، ان کی رہائی کا فیصلہ کیا انہوں نے اورنگ آباد کی جامع مسجد میں مسلمانوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ:

"مذہب اسلام کی بنیاد پر بحیثیت وزیر اعظم میرا فرض ہے، کہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکساں طور پر جور و ستم سے بچاؤں"

وہ دن بھر معاملات کو سلجھانے میں مصروف رہے، ظہر کی نماز جامع مسجد میں ادا کی، اور اپنے سامنے سڑک سے پر امن طور پر مورتی کا جلوس گزار دیا، جس میں ہزاروں مسلح ہندو شریک تھے، خود چار گھنٹے جلوس کے ہمراہ رہ کر اس کی نگرانی کی، یہ آسان کام نہیں تھا، جب کہ مقامی حکام نے اس کی مخالفت کی تھی، لیکن ان کے قدم متزلزل نہیں ہوئے، ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ سارے جوکھم حضرت مولانا محمد سجادؒ کی ہدایات پر مول لئے تھے، مولاناؒ کی حسن تربیت کے نتیجے میں بیرسٹر یونس صاحب نظم و ضبط کے فولاد ثابت ہوئے، اور اپنی معاملہ فہمی اور تدبر کا ریکارڈ قائم کیا، جس کی تعریف لندن پارلیامنٹ میں وزیر ہند لارڈز ٹلینڈ نے بھی کی، خود اورنگ آباد کے ہندو مسلمانوں نے ان کی حسن خدمت پر ایک مشترکہ بیان جاری کیا، جس پر وہاں کے تمام ممتاز اور معروف لوگوں نے دستخط کئے، اس بیان کا مضمون یہ تھا:

ہندو مسلمانوں کا مشترکہ نذرانۂ تشکر

"ہم لوگ اورنگ آباد کے تمام باشندے(ہندو مسلمان)جناب وزیراعظم بہار(مسٹر محمد یونس) کے بے حد ممنون ہیں،اورانتہائی مسرت اور خلوص دل کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، کہ جن دووجہوں کی بناپر اورنگ آباد کی فضامکدر تھی ، اور جس سے آئندہ فساد کا اندیشہ تھاان کا خاتمہ ہو گیا۔

(۱)چھ سات ماہ سے اندیشۂ فساد کے سبب کالی مورتی کا بھسان نہیں ہوا تھا۔

(۲)چند بے گناہ مسلمان جیل میں تھے،الحمدللہ کہ آپ نے بحسن وخوبی دونوں سبب دور کر دیئے ، کئی ہزار ہندؤں کے مجمع نے مورتی اٹھائی اور جلوس نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ بھسان کی رسم ادا کی اور مسلمان ماخوذین بلا شرط رہا کر دیئے گئے ،اب فضا بالکل صاف ہے،اوراورنگ آباد کے ہندواور مسلمان بھائی ہیں،اورآپ کی ترقیٔ اقبال اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں"

دستخط کنندگان

☆رائے صاحب لکشمی☆وکیل حکیم محمد فاضل خان☆رامانند پرشاد ☆ کدار ناتھ☆خلیل الرحمن وکیل☆ابو نصر خان☆شاہ علی خان☆رامیشور پرشاد وکیل ☆ بابو مادھو پرشادوکیل☆سید حسن خان جعفری☆غلام رسول خان خان(مالک خاکسار موٹر سروس)☆محمد محی الدین فاضل ☆محمد عبدالودود وکیل☆سید شاہ غیاث الدین☆انر نرائن سنگھ وکیل☆سیدوسیم الحق ☆منشی روصان علی☆کا میشور پرشاد☆شیوپرشاد میٹن وکیل☆ عبدالغفور خان☆فیاض الدین خان زمیندار☆سیتارام سنہاوکیل☆غلام رسول خان (ممبر یونین)☆محمد ایوب عثمان ☆حمید اللہ خان☆غلام مخدوم عبدالحی(تاجر)☆منشی دوست محمد۔

پھر اورنگ آباد کے ہندو مسلمانوں نے مل کر وزیر اعظم صاحب کو اپنے یہاں

دعوتیں دیں، جس میں وزیر اعظم صاحب نے بطور خاص شرکت کی[106]۔

اس واقعہ سے جہاں حضرت مولانا سجادؒ کی مثالی اور پر امن حکومت کا نقشہ ذہن میں گھوم جاتا ہے وہیں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت اگر نیک دل اور صاحب عزم ہو تو ملک میں بدامنی وفساد کی جڑیں کبھی نہیں پنپ سکتی ہیں۔

لوکل باڈیز کی واپسی

عوامی نمائندہ حکومت کا منشا یہ بھی ہے کہ لوگوں کو حکومت خود اختیاری کی تعلیم دی جائے، اور اسی تعلیم اور تجربہ کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ اور میونسپلٹیوں کا وجود تمام شہروں میں ہوتا ہے، جناب محمد یونس صاحب نے زمام حکومت سنبھالتے ہی وہ لوکل باڈیز جنہیں گذشتہ انگریزی حکومت نے بحق سرکار ضبط کر لیا تھا، ان کا انتظام وانصرام پھر عوام کے نمائندوں کے سپرد ہونے کا اعلان کر دیا، اور جن مقامات کی میونسپلٹیاں ضبط تھیں وہ آزاد کر دی گئیں، چنانچہ ان میں سے تمام میونسپلٹیوں کے عام انتخابات ہوئے اور عوام کے نمائندے ان میونسپلٹیوں میں منتخب ہو کر آئے اور وہ میونسپلٹیوں کو عوام کے نمائندہ کی حیثیت سے چلانے لگے۔

جن مقامات کی میونسپلٹیاں آزاد کی گئیں تھیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) گیا میونسپلٹی

(۲) باڑھ میونسپلٹی

(۳) بھاگلپور میونسپلٹی

(۴) دیوگھر میونسپلٹی

(۵) مادھوپور میونسپلٹی

(۶) بھاگلپور ڈسٹرکٹ بورڈ[107]

-----حواشی---

106 ۔صوبہ بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۱۵ تا ۱۸ مرتبہ جناب اصغر امام فلسفی۔

107 ۔صوبہ بہار کے پہلے وزیر اعظم بیرسٹر محمد یونس کے دور وزارت کا ایک عکس ص ۱۸ مرتبہ جناب اصغر امام فلسفی۔

مسلم انڈی پنڈنٹ حکومت کی بعض تاریخ ساز خدمات

اس طرح حضرت مولانا سجادؒ نے سقوط اسلامی ہند کے بعد پہلی مرتبہ ایک ایسے نظام حکومت کی شروعات کی جس کی بنیاد امن وانصاف اور آپسی بھائی چارہ پر تھی، پھر ایک عرصہ سے نڈھال صوبۂ بہار نے کروٹ لی اور امن وامان اور پیداواری ترقی کی طرف اس نے سفر شروع کیا، اس حکومت میں بہت سی تاریخ ساز خدمات انجام دی گئیں، کم وقت میں بہت زیادہ کام کئے گئے، کئی اہم قوانین منظور کئے گئے جن کی اہمیت بالخصوص مسلمانوں اور کسانوں کے نقطۂ نظر سے بہت زیادہ تھی، مثلاً:

سرکاری دفاتر میں اردو زبان کا اجراء

(۱) سرکاری دفاتر میں اردو زبان جاری گئی، عدالتوں میں اردو رسم الخط کے استعمال کے متعلق حسب ذیل سرکاری اعلان اس وزارت نے جاری کیا:

"کافی غور وخوض کے بعد وزارت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کوئی وجہ نہیں کہ اردو تحریر کے استعمال کی اجازت پٹنہ کمشنری سے باہر بھی کیوں نہ دی جائے۔ اس لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ یہاں جون 1937 سے تمام عدالتوں اور دفتروں میں اردو تحریر مستقل بنیاد پر جاری کر دی جائے"۔

حکومت کے اس فیصلہ پر دیگر لوگوں کے ساتھ قاضی عبدالودود بیرسٹر نے بھی مبارک باد پیش کی۔

حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

" پہلی خدمت سرکاری دفاتر میں اردو زبان کا اجراء ہے، جاننے والے جانتے ہیں، کہ اس میں مولاناؒ کی کن کن کوششوں کو دخل ہے، بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے، کہ اگر مولانا مرحوم اس کے لئے کوشاں نہ ہوتے تو آج بھی یہاں اردو کے ساتھ اچھوت

ہی جیسا سلوک ہوتا[108]۔

کسانوں کے لگان میں تخفیف

(۲)حضرت مولانا رحمانیؒ لکھتے ہیں:

"پارٹی کی دوسری اہم ترین خدمت جس سے صوبہ کے تمام کسان آج تک مستفید ہورہے ہیں، وہ دفعہ ۱۱۲ کی ترمیم ہے، جس سے کسانوں کو کئی طرح سے تخفیف لگان کا فائدہ پہونچا آج کانگریسی حضرات کسانوں کی بھلائی اور فلاح وبہبود کا دم بھرتے پھرتے ہیں لیکن حقیقتاً یہ کارنامہ ہے انڈی پینڈنٹ پارٹی کا اور یہ سب کچھ مولانا مرحوم ہی کے اشارہ پر ہوا تھا[109]

سرکاری عمارتوں کی تعمیر

(۳)فنڈ کی کمی کے باوجود اس حکومت نے بہار قانون ساز اسمبلی، بہار قانون ساز کونسل اور پٹنہ سول کورٹ (عدالت) کی عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں ان عمارتوں پر آج بھی ۱۹۳۷ء نمایاں طور پر لکھا ہوا ہے[110] وغیرہ۔

یونس حکومت کا استعفا اور کانگریس حکومت کا قیام

لیکن یہ شاندار اور تاریخ ساز حکومت بہت زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکی، خود کانگریس کا رویہ اس باب میں کافی منفی اور مایوس کن رہا، کانگریس نے حلف برداری کے پہلے سے ہی یکم اپریل کو ہڑتال کا اعلان کیا ہوا تھا، لیکن مسٹر یونس کے وزارت بنالینے پر ان میں اور بھی جوش وخروش پیدا ہو گیا، چنانچہ

-----حواشی---

108 - حیات سجاد مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب ص ۱۷۲ و مضمون حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب ص ۱۴۳۔ و مضمون حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ ص ۱۵۲ ☆ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۶ تقی رحیم۔

109 - حیات سجاد مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب ص ۱۷۲ و مضمون حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب ص ۱۴۳۔ و مضمون حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ ص ۱۵۲۔

110 - مسٹر محمد یونس بارایٹ لا-ایک تعارف از کامریڈ تقی رحیم ص ۱۴

عین حلف برداری کے دن (یکم اپریل کو) پورے بہار میں جلسے ہوئے، اور جلوس نکالے گئے، پٹنہ میں اس دن کانگریسیوں نے دوعام جلسے کئے، ایک پٹنہ سیٹی میں اور دوسرا بانکی پور میں، رات سے ہی مظاہرے شروع ہوگئے تھے، سوشلسٹ پارٹی نے مسٹر یونس کی کوٹھی کے سامنے جاکر مظاہرہ کرنے کے لئے دو جلوس منظم کئے جنہیں راستے ہی میں روک دیا گیا ان کے کئی (۱۳) رہنما (جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی[111]) گرفتار کرلئے گئے لیکن ان کے خلاف مقدمات واپس لے لئے گئے البتہ چند کو تین تین ماہ قید کی سزادی گئی[112]

دوسری طرف گورنروں کے خصوصی اختیارات کے مسئلہ پر گورنر جنرل کے ساتھ گاندھی جی کا سمجھوتہ ہو گیا، اور کانگریس ورکنگ کمیٹی نے وزارتوں کی تشکیل کی اجازت دے دی، اس کے بعد یونس حکومت کے لئے استعفا کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں تھا، ۷/ جولائی ۱۹۳۷ء (۲۷/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ) کو وزیر اعظم جناب یونس صاحب نے حکومت سے استعفادے دیا، لیکن گورنر کی درخواست پر ۱۹/ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ تک حکومت کا کام سنبھالے رہے اس طرح مسٹر یونس کی حکومت (یکم اپریل ۱۹۳۷ء تا ۱۹/ جولائی ۱۹۳۷ء) کل ایک سودس (۱۱۰) دن چل سکی یعنی قریب چار (۴) ماہ، اس کے بعد بہار حکومت کی کمان کانگریس پارٹی کے پاس منتقل ہوگئی، کانگریس کے پارٹی لیڈر بابو سری کرشن سنہا نے ۲۰/ جولائی ۱۹۳۷ء کو وزیر اعظم کا حلف لیا، اور اسی دن ان کے ساتھ ہی انو گرہ بابو، ڈاکٹر سید محمود اور جگ لال چودھری نے بھی ان کی کابینہ کے وزیر کی حیثیت سے حلف اٹھایا، رام دیالو سنگھ اسمبلی اسپیکر اور پروفیسر عبدالباری ڈپٹی اسپیکر، مولوی سعید الحق پارلیمنٹری سکریٹری، اور سر سلطان احمد کے استعفا کے بعد بابو بلدیو سہائے ایڈوکیٹ جنرل بنائے گئے[113]

-----حواشی-----

111 ۔مثلاً: بابو سپاش نرائن، بساون سنگھ، رام برکچھ بینی پوری، سید شاہ محمد حبیب پھلواروی، انیس الرحمن داناپور، عبدالباقی آزاد پریس پٹنہ، کامتا پرشاد بھنور پوکھر پٹنہ اور منظور احسن محلہ قلعہ پر بہار شریف، پروفیسر عبدالباری وغیرہ (تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۵ تقی رحیم بحوالہ فریڈم موومنٹ ان بہار ج ۲ ص ۲۸۹ از ڈاکٹر دتہ)

112 ۔تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۵ تقی رحیم بحوالہ فریڈم موومنٹ ان بہار ج ۲ ص ۲۸۹ از ڈاکٹر دتہ)۔

113 ۔تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۶۔ البتہ تقی رحیم صاحب نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مدت حکومت ایک سو بیس (۱۲۰) دن لکھی ہے جو غالباً سہو قلم ہے، یکم اپریل سے ۱۹ جولائی تک کی مدت ایک سو دس (۱۱۰) دن ہوتی ہے۔

کانگریس کامایوس کن رویہ

کانگریسی حکومت نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے ہی سیاسی سرگرمیوں پر روک لگانے والے پہلے احکام واپس لے لئے، بہار سیفٹی ایکٹ کے تحت نظر بند لوگوں کو جن کی تعداد ۲۷ تھی فوراً رہا کر دیا گیا، ۹۲ ضبط شدہ کتابوں پر سے پابندی اٹھالی گئی، اخبارات اور اداروں پر عائد پابندی بھی ہٹالی گئی ،اس کے ساتھ ہی لوکل باڈیز اور سرکاری اداروں کی عمارتوں پر قومی جھنڈا (کانگریسی جھنڈا) لہرانے پر جو روک تھی، اسے بھی ختم کر دیا گیا، جس کو لے کر مسلم حلقوں کی طرف سے بڑے اعتراضات ہوئے اور بڑی ناگوار صورت حال پیدا ہو گئی[114]۔

کانگریس نے اپنے عہد حکومت میں مسلسل ایسا رویہ اختیار کیا، جس سے عام مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے، بالخصوص بہار کے مسلمانوں نے کانگریس کے لئے جو قربانیاں پیش کی تھیں، اور ان کو کانگریس سے جو توقعات تھیں وہ پوری نہ ہو سکیں، مسلمانوں نے ابتدا سے ہی کانگریس کی حمایت کی تھی، بہار میں کانگریس تنظیم کی بنیاد ہی مسلمانوں نے کھڑی کی، بہار کو بنگال سے الگ کر کے ایک نئے صوبہ کی تعمیر و تشکیل میں بھی مسلمانوں نے نمایاں کردار ادا کیا، ہوم رول، تحریک خلافت اور عدم تعاون سے صداقت آشرم کی تعمیر تک ہر مرحلہ میں مسلمانوں نے کانگریس کی قیادت کی، وغیرہ[115]، اس لئے ان کا حق کسی طرح بھی ہندوؤں سے کم نہیں تھا، اسی لئے مولانا آزادؒ بھی چاہتے تھے کہ کانگریس اپنے قومی کردار کو اجاگر کرنے کے لئے بمبئی کا وزیر اعظم مسٹر نریمان کو (جو ایک پارسی تھے) اور بہار کا وزیر اعظم ڈاکٹر سید محمود صاحب کو بنائے، بہار میں ڈاکٹر راجندر بابو کو چھوڑ کر کوئی اس درجہ کا قد آور لیڈر بھی نہیں تھا، ڈاکٹر صاحب بھی اپنے کو اس کا حقدار سمجھتے تھے، لیکن خود مولانا آزاد کے بقول سردار ولبھ بھائی پٹیل اور ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اس مسئلہ کو فرقہ وارانہ نقطۂ نظر سے دیکھا اور ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس سلسلے

-----حواشی---

114 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۲۶ تقی رحیم صاحب

115 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۴ تقی رحیم صاحب

میں مولاناؒ کو پنڈت نہرو سے بہت امیدیں تھیں، لیکن اس مسئلہ پر ان سے بھی ناامیدی ہوئی،[116] اور آخر بہار میں ڈاکٹر سید محمود صاحب کی جگہ بابو سری کرشن کو پارٹی لیڈر اور پھر وزیر اعظم بنایا گیا۔۔۔ڈاکٹر سید محمود صاحب اس سے اس قدر رنجیدہ ہوئے کہ وہ بحیثیت ممبر کابینہ میں شرکت کے لئے ہرگز رضامند نہ تھے، لیکن جواہر لال نہرو کے دباؤ میں شامل ہو گئے[117]

سر سلطان احمد کی جگہ پر بابو بلدیو سہائے کو ایڈوکیٹ جنرل بنانے کا فیصلہ بھی اسی ذہنیت پر مبنی تھا اور یہی سوچ ملک میں مسلم لیگ کے عروج اور پھر ملک کی تقسیم کا سبب بنی[118]

کانگریسی حکومت میں شمولیت سے انڈی پنڈنٹ پارٹی کا انکار

کانگریس نے حکومت سنبھالنے کے بعد مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کو حکومت میں شامل کرنے کی کوشش کی، اور غالباً ایک وزیر اور دو پارلیمنٹری سکریٹریوں کی بھی پیش کش کی گئی تھی، لیکن کانگریس کے سابقہ رویہ سے مسلمان بہت رنجیدہ تھے علاوہ اور بھی کئی مصالح تھے جن کی بنا پر حضرت مولانا سجادؒ نے شرکت کو قبول نہیں فرمایا[119]۔

لیکن اقتدار میں شامل نہ ہونے کے باوجود بھی مولاناؒ اور ان کی پارٹی کا ممکنہ تعاون کانگریسی حکومت کو حاصل رہا اور مولانا نے ملک وملت کے مفاد میں بہت سے اہم فیصلے اس حکومت کے ذریعہ بھی کرائے۔۔۔ لیکن خود کانگریس کا رویہ درست نہیں تھا، جس سے ملک کی سیاسی صورت حال پر منفی اثرات پڑے۔

"جناب تقی رحیم مرحوم، سی پی آئی (ایم ایل) کے سابق ممتاز رہنما اپنی کتاب " تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ "میں مسلم انڈی پنڈنٹ کی وزارت سے علاحدگی کے بعد کے

-----حواشی-----

116 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۳ تقی رحیم صاحب بحوالہ انڈیا ونس فریڈم از مولانا ابوالکلام آزاد (مکمل تیس صفحات کے اضافہ کے ساتھ) ص ۱۶ تا ۱۸۔

117 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۳ تقی رحیم صاحب بحوالہ "اپنی کہانی" از ڈاکٹر راجندر پرشاد ص ۸۱۵۔

118 - تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ ص ۳۳۳ تقی رحیم صاحب

119 - حیات سجاد ص ۱۴۳ مضمون مولانا محمد عثمان غنی صاحب۔

حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"انڈی پنڈنٹ پارٹی کے اپوزیشن بنچ پر بیٹھنے کا اچھا اثر بہار کی عوامی زندگی پر نہیں پڑا، کیونکہ مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی سب سے بڑی پارٹی ہونے کی حیثیت سے ہندو اور مسلمان دونوں اس کی پارلیمانی سرگرمیوں اور عام سیاسی کاروائیوں کو اپنے اپنے ڈھنگ سے فرقہ وارانہ رنگ میں دیکھنے لگے، مسلمان اپنی اس سب سے بڑی پارٹی کو جس کے رہنما جنگ آزادی میں کانگریس کے حلیف بلکہ برابر کا شریک تھے، اقتدار سے محروم دیکھ کر بے یقینی اور احساس کمتری کا شکار ہو گئے، جب کہ کانگریس کے عام کارکن خود کو حکمرانوں کی برادری کا اور دوسروں کو غیر برادری کا فرد سمجھنے لگے، یہاں تک کہ کانگریسی خیال کے جو مسلمان رہنما مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کھڑے ہوئے تھے، انہیں بھی کانگریس اور کانگریسی حکومت کا مخالف سمجھ لیا گیا، اور سرکاری حلقوں میں ان کا اثر کم ہو گیا، جس کا اتنا ناخوشگوار اثر ان کے دل و دماغ پر پڑا کہ قوم پرستی کی اپنی پرانی سیاست پر سے ان کا یقین ہی اٹھ گیا، بہار کی عوامی اور سیاسی زندگی پر مسلمانوں کا دبدبہ اور اثر جو کانگریس کے ابتدائی دور سے چلا آرہا تھا، اسے اکھڑتا دیکھ کر عام مسلمان انتہائی اضطراب اور ہیجان میں مبتلا ہو گئے، اور اپنی روایتی سیاست سے بے یقین ہو کر نیا سیاسی سہارا ڈھونڈنے لگے، جس کی وجہ سے مسلم لیگ کو پنپنے اور اپنی جڑیں مضبوط کرنے کا موقع خود بخود فراہم ہو گیا"[120]

اس طرح کانگریس کے منفی اور غیر روایتی سلوک نے بالواسطہ طور پر مسلم انڈی پنڈنٹ کو کمزور اور مسلم لیگ کو مضبوط کرنے کا کام کیا۔

-----حواشی-----

120 ۔حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد–حیات و خدمات ص ۲۶۳، ۲۶۴ مضمون بحوالہ تحریک آزادی میں بہار کے مسلمانوں کا حصہ۔

حضرت مولانا سجادؒ کے ناخن تدبیر نے کئی سیاسی گتھیاں سلجھائیں

☆حضرت مولانا سجادؒ نے بحیثیت سیاستداں بہت سے ملکی اور ملی مسائل میں دلچسپی لی اور آپ کے ناخن تدبیر نے کئی پیچیدہ سیاسی گتھیوں کو سلجھایا، اس کی چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

جناب مولوی سید محمد مجتبیٰ صاحب (جو سیاسی امور میں مولاناؒ کے شریک کار تھے) لکھتے ہیں:

حج کا قضیہ

(ا) جب حج کے متعلق قوانین نافذ ہونے لگے اور وائسرائے کی حکومت نے حج بل کے مسودات پیش کئے، حاجیوں کی واپسی، ٹکٹ ، جہازوں کے تعین، حاجیوں کی خوراک، معلمین کے لائسنس وغیرہ کے مسائل زیر بحث آ گئے اور در پردہ سیاسی قضیے پیدا ہو گئے۔ یہ باب مولاناؒ کی زندگی کا ایسا اہم ہے کہ مولاناؒ کا سیرت نگار ابھی برسوں غور کرے گا کہ واقعات کی گتھیوں کو کیوں کر سلجھائے۔۔۔۔یہی وہ عہد ہے جب کہ مولاناؒ ہندوستان کی بعض عظیم مسلم شخصیتوں سے مقابل ہوئے اور محافظت اسلام کے لئے آپ نے اعلائے کلمۂ حق میں بے باکانہ جرأت سے کام لیا۔ مولاناؒ نے امیر شکیب ارسلان کی کتاب حاضر العالم الاسلامی[121] اور دیگر خالص عربی ذرائع کے حوالہ سے وائسرائے کی اسمبلی کے تمام مسلمان ممبروں کو قانون حج کے اصل سیاسی مفہوم سے مطلع کیا اور مسودات پیش شدہ کی مخالفت کا مطالبہ کیا۔ حج کمیٹی کی کاروائیوں پر اعتراضات کئے اور تمام ہندوستان کا دورہ کر کے تمام مسلم

-----حواشی---

[121] -حاضر العالم الاسلامی اصل میں امریکی مصنف (STODDARD) کی کتاب "دی نیو ورلڈ آف اسلام" کا ترجمہ ہے۔ مترجم سید عجاج نویھض ایک روشناس عرب اہل قلم ہیں، مجاہد جلیل امیر شکیب ارسلان مدظلہ نے اس پر جابجا حواشی (فٹ نوٹ) لکھے ہیں۔ لیکن امیر البیان کا قلم اور دنیائے اسلام کی سیاست لکھنے بیٹھے حواشی تو خود پر قابو نہ پاسکے اور یہ حواشی بھی بڑھ گئے اصل کتاب سے، پہلا ایڈیشن عرصہ ہوا دو جلدوں میں چھپا تھا، دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ کے ساتھ چار جلدوں میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے جس میں اصل مصنف کا ایک ربع سے زیادہ نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی بین المللی سیاسیات پر دنیا کی کسی زبان میں ایسی کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی (مولانا مسعود عالم ندوی، محاسن سجاد ص ۸۶ حاشیہ)

اداروں کو آئندہ خطرہ سے مطلع کیا اور حج پر سیاسی اغراض سے جو قانونی پابندیاں ہونے والی تھیں ان کو برملا سمجھانا شروع کیا، اس دور میں مولاناؒ نے ان قائدین سے مخالفت مول لی جو اب تک مسلمانوں کی اپنے اپنے حلقے میں بلا شرکت غیر نمایندگی کرتے تھے، ان ہی لیڈروں میں شفیع داودی بھی ہیں ،جن سے مولاناؒ کے سیاسی اختلافات آئندہ الکشنوں میں عجیب تکلیف دہ صورت اختیار کر گئے۔

غرض صرف اس قدر بیان کرنا ہے کہ قانون حج کے واقعات نے مولاناؒ کو سیاسی پلیٹ فارم پر بہت جلد بلا لیا[122]۔

مسلم کانفرنس کے سیاسی اختلافات کا حل

(۲) ۱۹۳۰ء کی پہلی مسلم کانفرنس نے مولاناؒ کے سیاسی تدبر کا ایک اور نمونہ پیش کیا۔ مولوی شفیع داودی کی کوششوں سے بانکی پور پٹنہ کے محلہ مراد پور کی اشرف منزل میں مسلم کانفرنس کا پہلی بار انعقاد ہوا اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم جو فرانکو (جرمنی) میں بغرض علاج مقیم تھے صدارت کے لئے براہ راست پٹنہ تشریف لائے۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ مولانا محمد علی مرحوم کانگریس سے علاحدہ ہو چکے تھے اور ایک نئے سیاسی پلیٹ فارم کے بنانے میں مشغول تھے، ڈاکٹر انصاری مرحوم نیشنلسٹ کانگریسی مسلمانوں کے سردار تھے اور مولانا ابو الکلام آزاد اور حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی ہمت افزا رفاقت ان کو حاصل تھی۔ عین کانفرنس کے موقع پر ڈاکٹر انصاری صاحب بھی پٹنہ بلائے گئے اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے ان کی صدارت میں علاحدہ کانفرنس کرنا چاہا، ڈاکٹر انصاری صاحب سر علی امام کے مہمان تھے اور مولانا محمد علی مرحوم مسٹر عبد العزیز کی کوٹھی "دلربا" میں رونق افروز، اس پرانے شہر عظیم آباد کی نئ آبادی میں سخت ہنگامے کا خطرہ تھا، سر علی امام کی کوششوں سے

-----حواشی-----

122 ۔ محاسن سجاد ص ۵۷ مضمون مولوی سید مجتبیٰ صاحب۔

ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی مرحوم میں مفاہمت کی گفتگو ہوئی اور بالآخر یہ طے پایا کہ مسلم کانفرنس کے کھلے اجلاس میں ڈاکٹر انصاری مرحوم صاحب کو بھی اپنی جماعت کا نقطۂ خیال پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ راز اب کہہ دینے کے قابل ہے کہ ان تمام کوششوں میں حضرت مولانا سجادؒ کا ہاتھ بھی پیش پیش تھا اور علمائے اسلام میں اس موقع پر بھی ہزاروں آنکھوں نے اگر کسی عالم کو ان سیاسی زعمائے ملت کے دوش بدوش ہی نہیں بلکہ اکثر مواقع پر بہترین مشیر اور رہبر دیکھا تو وہ مولانا سجادؒ ہی کی ذات تھی[123]۔

مسلم اقلیت کے حقوق کا تعین

(۳) مسلم کانفرنس نے کچھ اصولی مطالبات حقوق کے متعلق بنائے لیکن یہ راز اب تک سربستہ ہے کہ حقوق مسلم کی تعریف کس نے بتائی، اس کی حدبندیاں کس نے کیں؟ اور کس طرح وہ مخصوص حقوق تجویز کی شکل میں فرداً فرداً شمار کرکے دنیا کے سامنے پیش کئے گئے؟۔ مسلم کانفرنس کی مجلس مضامین میں مولانا مرحوم نے وہ تجویز جو حقوق مسلمین کے حدود متعین کرتی ہے کافی بحث و تمحیص کے بعد مولانا محمد علی مرحوم کی استدعاء پر قلمبند کرکے دی اور مؤخر الذکر بزرگ نے اس کو انگریزی کا جامہ پہنایا۔

یہ محدود تجویز مسلم کانفرنس کی طرف سے سائمن کمیشن کے سامنے پیش کی گئی اور پھر کچھ دنوں بعد دوسری گول میز کانفرنس میں پیش کی گئی اور نئے قالب میں مسٹر محمد علی جناح کے "چودہ پوائنٹ" میں آگئی اس میں مولاناؒ نے اقلیت کے مسائل خصوصاً مسلمانوں کے پرسنل لا کے متعلق قوانین سازی کے متعلق یہ اصول وضع کیا

-----حواشی---

123 ۔ محاسن سجاد ص ۷۵ مضمون مولوی سید مجتبیٰ صاحب۔

کہ جب تک مسلم نمائندگان کی اکثریت کسی بل پر متفق نہ ہو، وہ بل قانون نہ بن سکے۔۔۔ہمارے مطالبات آج بھی اس حد سے آگے نہیں بڑھے۔[124]۔

خلع ایکٹ کی ترتیب اوراس کو قانونی حیثیت دلانے کی کوشش

(۴)جناب مولانا عظمت اللہ ملیح آبادی صاحب رقمطراز ہیں:

"خلع ایکٹ کی ترتیب اور اس کو مستقل قانون بنوانے میں مولانا نے ہر ممکن سعی کی جو اب کاظمی ایکٹ کے نام سے مشہور ہے۔ اس ایکٹ کی دفعہ نمبر ۶/ میں مسلم حاکم کی قید کو باقی نہ رکھا گیا۔ مولاناؒ چاہتے تھے کہ دفعہ ۶ میں تبدیلی ہو جائے اور مسلم حاکم کی قید بڑھادی جائے، اس قانون ہی کو ختم کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں مولانا نے وائسرائے سے بھی خط وکتابت کی اور ایک فتوی مرتب کر کے علماء سے رائے لی ، آزاد کانفرنس کے سوال نامہ کی ترتیب کے بعد مولاناؒ اس کے جوابات میں مصروف تھے۔ مولاناؒ اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس بات کے آرزومند تھے کہ محکمۂ قضا کا قیام اور کاظمی ایکٹ کی دفعہ ۶ کی تبدیلی اور آزاد کانفرنس کے سوال نامہ کے مطابق مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ ہو جائے"[125]۔

-----حواشی-----

124 ۔محاسن سجاد ص ۷۵ مضمون مولوی سید مجتبیٰ صاحب۔

125 ۔حیات سجاد ص ۷،۶ مرتبہ مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ

حضرت مولانا سجادؒ کی سیاسی خصوصیات و امتیازات

پارٹی کے بانی حضرت مولانا سجادؒ کی سیاسی شخصیت کے عناصر ترکیبی اور بنیادی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ رقمطراز ہیں:

جماعتی تنگ نظری سے بالاتر سیاست

"مجھے حضرت مرحوم کی جس خصوصیت نے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ یہ ہے کہ "پارٹی فیلنگ "اور" جماعتی مسلک" سے بالاتر ہو کر وہ ہر مسئلہ پر غور کرتے تھے، پہلے کوئی رائے قائم کرکے یا کسی جماعت کے فیصلہ کو سامنے رکھ کر خواہ مخواہ اس کی تائید میں مواد فراہم کرنے کے وہ عادی نہ تھے، بلکہ پہلے ملی ضروریات اور واقعات و حالات پر غور کرتے اور تہ میں ڈوب کر غور کرتے تھے اور پھر جس نتیجہ پر پہونچتے اسی کو "مسلک" بناتے اور اپنے رفقاء سے منوانے کی کوشش کرتے تھے[126]

سیاسی دور بینی اور واقعات کی روح تک رسائی

☆ آپ کی سیاست کا دوسرا بڑا امتیاز دور بینی اور صحیح حقائق کی دریافت تھی۔ مولانا منظور نعمانی صاحبؒ ہی لکھتے ہیں:

"ہندوستان کے سیاسی مسائل میں بھی بس "اسلام" اور "مسلمانوں" کی مذہبی ضروریات ہی آپ کی غور و فکر کا مرکز اور محور تھے آپ کے قلم سے نکلی چند متفرق چیزیں اب بھی لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں، مثلاً جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس منعقدہ مرادآباد ۱۹۲۵ء کا خطبۂ صدارت، مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس کا خطبۂ صدارت، کچھ نقیب میں شائع شدہ متفرق مقالات، نظارت امور شرعیہ کی مختصر اسکیم اور مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی وہ مفصل تجویز جو مسلم آزاد کانفرنس کے

-----حواشی-----

126 ۔ محاسن سجاد ص ۵۸، ۵۷ مضمون مولانا منظور نعمانیؒ۔

اجلاس دہلی منعقدہ مارچ ۱۹۴۰ء کے لئے مولانا مرحوم ہی نے مرتب کی تھی، ان ہی چیزوں سے سیاسی دوربینی اور ہندوستانی مسلمانوں کے اصل مسئلہ کی گرفت اور اس کے ممکن العمل اور متوقع الحصول صحیح حل کے دریافت میں دوسرے حضرات پر آپ کی سابقیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے"[127]۔

مضبوط منصوبہ بندی اور راسخ عزم وہمت

☆مولانا کا تیسرا سیاسی امتیاز ان کی حکمت عملی، مضبوط منصوبہ بندی، اور راسخ عزم وہمت ہے ،اس کا اعتراف آپ کے سیاسی ناقد جناب راغب احسن صاحب کی زبان سے سنئے:

"مولانا مرحوم جس بات کا عزم کرلیتے تھے اور جو بات ان کے ذہن میں جم جاتی تھی ۔۔اس کے لئے اپنے غیر معمولی دماغ اور جسم کی ساری قوتوں کے ساتھ وقف ہو جاتے تھے اور جی جان سے اس کے پیچھے پڑ جاتے اور ہر طریقہ سے اس کو کامیاب کرنے کے لئے ممکن سے ممکن تدبیر سے دریغ نہیں کرتے تھے، وہ اپنے مخالفین کے کیمپ میں پھوٹ ڈالنے اور ان کی قوتوں کو پاش پاش کر دینے کی ہر ممکن صورت اختیار کرتے تھے۔ مولانا کبھی شکست قبول نہیں کرتے تھے اور کبھی شکست کو معاف بھی نہیں کرتے تھے، وہ کبھی نہ تھکنے والے کارکن تھے اور باوجود لیڈر ہونے کے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے معمولی سے معمولی اور حقیر سے حقیر کام کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے، وہ ایک بڑے کام کا نقشہ بہت سنجیدگی اور غور وفکر کے بعد بناتے تھے اور اس کو عمل میں لانے کے لئے بہت دور سے آتے تھے اور بہت طویل اور وسیع تیاری کے ساتھ تدبیریں کرتے تھے، وہ کبھی مایوس نہیں ہوتے تھے اور خواہ حالات کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں اور سامان اور معاون کتنے ہی کم کیوں نہ ہوں اور ان کو کتنی ہی بار ناکامی کیوں نہ ہوتی ہو، وہ بڑے بڑے

-----حواشی-----

127 ۔محاسن سجاد ص ۵۸،۵۷ مضمون مولانا منظور نعمانیؒ۔

کام کا عزم کرتے ، اس کے لئے نقشہ بناتے اور اس کو پورا کرنے کے لئے ہر چیز کی بازی لگا دیتے تھے۔ مولانا بلا کے لڑنے والے ، مستقل مزاج، ثابت قدم جنگجو سپاہی تھے ،وہ دشمن کو زیر کرنے کے لئے کسی تدبیر ،کسی طریقہ اور کسی ذریعہ کو ترک نہیں کرتے تھے[128]

وسیع علم اور جدید وقدیم فنون جنگ سے واقفیت

☆حضرت مولاناؒ کے سیاسی امتیازات کا چوتھا بڑا عنصر آپ کا وسیع علم اور جدید و قدیم فنون حرب میں آپ کی مہارت تھی، جن کے ذریعہ آپ اپنے بڑے سے بڑے حریف کو مات دے سکتے تھے، جناب راغب احسن صاحب ہی نے لکھا ہے:

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ان کا دماغ لا محدود تدابیر کا محدود خزانہ اور حکمت عملیوں کا کارخانہ تھا۔ یہی باعث تھا کہ مولاناؒ مغربی پروپیگنڈا کے فن میں اپنے بہت سے حریفوں سے زیادہ ماہر ثابت ہوئے تھے۔۔۔۔ مولانا سجادؒ ہندوستان کے طبقۂ علماء میں واحد شخص تھے جس نے ملکی دستور و قانون، مجالس آئین ساز، نیابتی اور انتخابی ادارات اور جمہوریت مغرب کے مسائل کا عملی مطالعہ کیا تھا اور جنھوں نے ان کو اپنے آئیڈیل اور مقصد اصلی کو حاصل کرنے کے لئے بطور آلہ کار استعمال کرنے کی کوشش کی"[129]۔

بے نظیر انتظامی و تعمیری صلاحیت

حضرت مولاناؒ کا ایک بڑا امتیاز یہ بھی تھا کہ وہ بے نظیر انتظامی صلاحیت کے مالک تھے ،وہ نئے حالات میں نئی تعمیر کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، اوراس باب میں پورے ملک میں ان کو انفرادیت

۔۔۔۔۔حواشی۔۔

128 ۔ محاسن سجاد ص ۹۵ مضمون جناب راغب احسن صاحب۔

129 ۔ محاسن سجاد ص ۹۵ مضمون جناب راغب احسن صاحب۔

حاصل تھی، جناب راغب احسن صاحب نے مولانا عبد الرؤف داناپوری صاحب اصح السیر وصدر مجلس استقبالیہ اجلاس جمعیۃ علماء گیا کے یہ قیمتی الفاظ نقل کئے ہیں:

"مولانا سجادؒ نے مسلمانوں کی عظیم الشان تنظیمی اور سیاسی کاروائی کا جو ثبوت دیا ہے وہ اس درجہ بلند ہے کہ سوارج ملنے کے بعد مولانا کو ہندوستان کا گورنر اور گورنر جنرل بنا ناموزوں ہو گا کیونکہ وہ ایک نئے ہندوستان کے نئے خیالات واصول کے مطابق تعمیر کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں"[130]۔

صدق وخلوص پر مبنی اور تصنع سے پاک سیاست

مولاناؒ کا ایک بڑا امتیاز یہ تھا کہ ان کا عمل صدق وخلوص پر مبنی اور سیاسی تصنعات سے پاک ہوتا تھا، وہ ایک انتھک محنت کرنے والے سپاہی تھے، وہ اپنے ساتھیوں سے کام لینا جانتے تھے اور ان پر پورا اعتماد کرتے تھے، یہ وہ وصف ہے جس سے اُس دور میں بھی اکثر سیاسی لیڈران خالی تھے، مولانا امین احسن اصلاحی صاحب رقمطراز ہیں:

" اس عزیمت کے ساتھ وہ انتھک کام کرنے والے تھے، میں نے ان کو کبھی خالی الذہن یا غیر مشغول نہیں پایا، وہ سوچتے یا کام کرتے، سستاتے کبھی نہیں تھے، وہ ایک ایسی دریا کے مانند تھے جس میں تموج وطغیانی کی سرجوشی تو نہ ہو لیکن روانی کا پورا جوش وخروش موجود ہو جو بغیر دم لئے ہر آن وہر لمحہ چٹانوں سے ٹکراتا، پتھروں سے لڑتا، جھاڑیوں سے الجھتا، رواں دواں۔ ان کے پبلک اشغال نہ فیشن کے طور پر تھے نہ حصول سروری وسعادت کی طمع میں، وہ جس مسئلہ کو اٹھاتے وہ زندگی اور موت کا سوال بن کر ان سے چمٹ جاتا، اس لئے وہ کسی کام کو بے دلی (Disheartedly) کے ساتھ کر کے اپنے نفس کو مطمئن نہیں کر سکتے تھے، بلکہ مجبور تھے کہ اس کے لئے اپنے فکر وعمل کی تمام قوتیں میدان میں ڈال دیں، سوتے

-----حواشی-----

130 ۔ محاسن سجاد ص ۱۰۴ مضمون جناب راغب احسن صاحب۔

جاگتے بس وہی مسئلہ ان کے سامنے ہوتا اور ان کی ساری راحت وطمانیت اس کے انہماک کے اندر سمٹ آتی، وہ اپنے پبلک اشغال سے تھک کر نہ تو کوئی امن کا گوشہ تلاش کرتے، نہ دوسری غیر پبلک دلچسپیوں کو ان کے ساتھ شریک کرکے ان کی حرمت کو بٹہ لگاتے، اس اعتبار سے ان کا مزاج ایک سیاسی لیڈر سے بالکل مختلف تھا، ان کی دُھن میں عاشق کی دُھن کی شان تھی۔ اور چونکہ وہ ایک زبرست عالم تھے اس لئے یقناً یہ چیزیں انہوں نے پیغمبران عظام کے اسوۂ حسنہ سے اخذ کی تھیں، میں نے یہ چیز وقت کے بڑے سے بڑے لیڈروں میں بھی نہیں پائی۔

مولاناؒ کے اخلاق میں ایک عجیب چیز ان کی محبت بھی تھی، جو تصنع اور بناوٹ کے ہر شائبہ سے بالکل پاک تھی، اس محبت کا اظہار نہ تو وہ لفظوں سے کرتے نہ سیاسی لیڈروں اور مذہبی پیشواوں کی مصنوعی اداؤں سے، وہ سرتاپا عمل تھے، اس لئے ان کی محبت عملی تھی، میں جب کبھی ان سے ملا مجھے محسوس ہوا کہ ان کی محبت کے فیضان میں نہا گیا ہوں، حالانکہ وہ زبان سے تو کچھ کہتے نہیں تھے اور اگر کچھ کہتے تھے، تو میں نہ تو اس کے سننے کی کوشش کرتا نہ سمجھنے کی، وہ اپنے ساتھیوں پر پورا اعتماد کرتے تھے اور قابل طبیعتوں کے جوہر نمایاں کرنے کے لئے استاد کی طرح شفیق اور باپ کی طرح فیاض تھے[131]۔

مولانا شاہ سید حسن آرزو لکھتے ہیں:

"مولانا سجادؒ وقت کو ضائع کرنا بدترین گناہ جانتے تھے، ان کا کوئی منٹ بھی کام سے خالی نہیں جاتا۔ کچھ نہیں تو دوسروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے اخبار کے بنڈل ہی باندھ رہے ہیں، میں تو سمجھتا ہوں، وہ راتوں کی نیند میں بھی صبح کے کاموں کا پروگرام ہی مرتب کرتے ہوں گے[132]۔

-----حواشی---

131 ۔ محاسن سجاد، ص ۴۹ مضمون مولانا امین احسن اصلاحی۔

132 ۔حیات سجاد، ص ۹۱ مضمون مولانا سید شاہ حسن آرزوؒ

سیاست کا مثبت مقاصد کے لئے استعمال-اسلامی سیاست کے لئے جدوجہد

☆اوران کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ سیاست کو مثبت مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے قائل تھے،وہ سیاست کواسلام کا خادم تصور کرتے تھے،اور جس سیاست سے اسلامی کاز کو نقصان پہونچے ان کے نزدیک وہ ایک منفی اور قابل ردسیاست تھی ،حکومت بہار کے سابق وزیر اور مولانا کے اہم سیاسی شریک کارڈاکٹر سید محمد محمود صاحب رقمطراز ہیں:

"ہندوستان کا مستقبل ان کی آنکھوں کے سامنے روشن تھا،وہ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے کے عادی نہیں تھے،دل کے ساتھ ان کا دماغ بھی روشن تھا،البانیہ ،پولینڈ،یوگوسلاویہ کی مثالیں ان کے سامنے تھیں،وہ ڈرتے تھے کہ آگے چل کر یہ ملک بھی کہیں مسلمانوں کے لئے ایک بڑااراچھوتانہ نہ بن جائے،اس لئے وہ ہندوستان کی سب سے بڑی قومی سیاسی جماعت کاساتھ دے کراس سے اپنی انفرادیت منواناچاہتے تھے،یہی ان کا مقصد تھا،اوراسی کے لئے وہ پچیس(۲۵)سال سے کچھ اوپر شب وروز سرگرم کاررہے۔۔۔وہ کسی مسئلہ پر انفرادی حیثیت سے غور نہیں کرتے تھے،ان کے سامنے ایک مرکب مجموع Composite (Wholf)ہوتا تھا"[133]۔

جناب محمد یونس صاحب سابق وزیراعظم بہار لکھتے ہیں:

"ہم پوری بصیرت کے ساتھ یہ جانتے ہیں،کہ مولانامرحوم نے سیاست میں حصہ لیاتووہ بھی مذہب کے لئے،الیکشن میں حصہ لیاتووہ بھی مذہب کے لئے،کانسل اوراسمبلی کے مباحثات میں حصہ لیاتووہ بھی مذہب کے لئے،اور یہ سب باتیں ایسی ہیں ،جوانڈی پنڈنٹ پارٹی کے منشوراوراس کے خطبۂ استقبالیہ وغیرہ کے واقف کارپرروزروشن سے بھی زیادہ واضح ہیں۔

-----حواشی--

133 ۔محاسن سجادص۴۸،۴۷مضمون ڈاکٹر سید محمد محمود سابق وزیر تعلیم وزارت بہار

ان کی ہر حرکت وعمل، ان کی ہر فکر و تامل کا مرکزی نقطہ مذہب رہتا تھا، وہ جب کسی مجلس کے دستور واصول یا تجویز و بیان یا درمیانی وسائط اور پروگرام پر گفتگو کرتے یا رائے زنی فرماتے تو ان کے سامنے اسلامی اصول رہتے تھے، اسلامی احکام رہتے تھے، اسلامی قوانین رہتے تھے، اسلامی مفاد رہتے تھے، مسلمانوں کی فلاح و بہتری رہتی تھی، چاہے وہ مجلس کانگریس ہو یا مسلم لیگ ہو، یا کوئی اور جماعت ہو، ان کے سامنے پارٹی بازی کی گندگی کبھی نہیں رہتی تھی، وہ پارٹی بازی کے ماتحت کسی مسئلہ کو نہ سوچتے تھے، نہ سوچنا چاہتے تھے، نہ پارٹی بازی کی اس ذہنیت کو وہ درست سمجھتے تھے، بلکہ وہ پارٹی ہی کو اسلامی اصول واحکام کے ماتحت سوچتے تھے، جو اسلامی مفاد کے مطابق اور اسلامی مفاد کے ہم آہنگ ہوتی تھی، اس کی ہم آہنگی میں ان کو کبھی باک نہیں ہوتا تھا، اور جو مجلسیں اپنی پارٹی کے اصول پر مجبور ہو کر ہر طرح کی غلط اور صحیح چیزوں کو اختیار کرتی تھیں، تو مولانا مرحوم اپنے نقطۂ نظر کی بنا پر صاف لفظوں میں غلط کو غلط کہہ دیتے تھے، اور صحیح کو صحیح فرمادیتے"[134]

مولاناؒ اسلامی سیاست پر کامل یقین رکھتے تھے، اور سیاست کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنے کے قائل تھے اس ضمن میں علامہ مناظر احسن گیلانیؒ کا یہ اقتباس بہت اہم ہے:

"میرا سوال کہ مسلمانوں کو بادشاہی دلانے کے ساتھ اگر بادشاہوں کو مسلمان یا مسلمانوں کو تاجر بنانے کے ساتھ تاجروں کو مسلمان، یا مسلمانوں کو کاشتکار بنانے کے ساتھ کاشتکاروں کو مسلمان بنانے کی بھی کوشش کوئی طبقہ کرتا تو جو پہلی بات کا حاصل ہے وہی تو پچھلی بات کا نتیجہ ہے، اس سوال کے جواب میں میری اس مسئلہ کے ساتھ خاص دلچسپی کو پا کر مولانا اس راہ میں جو کچھ کرتے تھے اکثر اس کی رپورٹ سنادیتے، فرماتے اخبار میں اس کی اشاعت مناسب نہیں، فتنہ کا اندیشہ ہے، مولانا

-----حواشی---

134 - حیات سجاد ص ۸۹، ۹۰ مضمون مسٹر محمد یونس صاحب۔

مرحوم نے اس سلسلہ میں کیا کیا کیا، کیا کیا کرنا چاہتے تھے اس کی تفصیل تو ان کے رفقاء کار ہی جان سکتے ہیں، میں نے اس کا ذکر اس لئے بھی کر دیا کہ جس پر کفر نوازی کا الزام تھا، ان کو سنانا چاہتا ہوں ، ایسے کفر شکنوں میں کفر نوازی کی گنجائش کیا نکل سکتی ہے، مالکم کیف تحکمون"[135]۔

مولانا عثمان غنیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا کو جن لوگوں نے سیاسی مجالس میں دیکھا ہے، خواہ وہ مجلس خالص مسلمانوں کی ہو، یا مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی مشترک ہو، جب موقعہ ہوا تو انہوں نے کسی نہ کسی اسلامی مقصد کو پیش کر دیا، اس مقصد کو پیش کرتے ہوئے کبھی وہ لومۃ لائم کی پرواہ نہیں کرتے تھے، وہ فرقہ پرور اور تاریک خیال ملا کہے جانے سے نہیں ڈرتے تھے۔ اسمبلی اور کونسل میں جب بھی کوئی ایسا مسودۂ قانون آیا جس کا کوئی اثر کسی اسلامی معاملہ پر پڑتا ہو تو سب سے پہلے اس کی مخالفت فرماتے تھے۔

راقم الحروف کو خاص تاکید تھی کہ جب کوئی مسودۂ قانون یا کسی عدالت کا فیصلہ ایسا ہو جس کی زد کسی اسلامی قانون پر پڑتی ہے تو فوراً اس کی مخالفت میں مضامین لکھو اور جمعیۃ علماء ہند کو خط کے ذریعہ اطلاع دو"[136]۔

حضرت مولاناؒ کے سیاسی مخالف جناب راغب احسن صاحب آپ کے اس وصف کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا سجاد اسلامی سیاسیات، اسلام کے اصول شریعت و اصول قانون و دستور ،اسلام کے اصول سلطنت و عدالت ،اسلام کے اصول تعلقات بین الاقوامی اور اسلام کے نظام اقتصادیات و معاشیات کو تمام مغربی و مشرقی نظاموں سے بہتر اور بالا تر مانتے تھے اور اپنے بیانات و تحریرات میں یہ واضح کر چکے تھے کہ وہ اس کو اپنا

-----حواشی---

135 -حیات سجاد مضمون علامہ مناظر احسن گیلانیؒ ص ۶۱۔

136 -حیات سجاد مضمون مولانا عثمان غنی ص ۱۳۹۔

آئیڈیل یقین کرتے تھے اور ساری دنیا کے لئے اس کو رہنما مانتے تھے، وہ انگریز کے عطا کردہ اصلاحات اور مجالس آئین ساز کو ناقص قرار دیتے تھے "[137]۔

قانون انفساخ نکاح

☆مثال کے طور پر مولانا محمد عثمان غنی صاحب لکھتے ہیں:

☆نکاح، طلاق، تفریق زوجین اور فسخ نکاح وغیرہ کے معاملات میں عدالتوں سے غیر شرعی فیصلوں کا نفاذ ہوتا تھا، اوران کے سبب سے مسلمان بڑی مصیبتوں اور عورتیں معصیتوں کے ساتھ مصیبتوں میں مبتلا رہتی تھیں، امارت شرعیہ کے دارالقضاء سے جو فیصلے ہوتے، وہ شریعت کے مطابق ہوتے اور اس سے مسلمانوں کی معصیتوں اور مصیبتوں کا ازالہ ہوتا، لیکن اس کا فائدہ محدود ہوتا تھا، اور مصیبت عام تھی، جس کے ازالہ کی سعی ہر مسلمان پر فرض تھی، اوراس کے ذریعہ حضرت مولاناؒ بھی خود اپنے مضامین کے ذریعہ اسمبلی کے ارکان کو توجہ دلاتے تھے، اور کبھی راقم الحروف کو لکھنے کا حکم فرماتے تھے، چنانچہ اس طرح کے مضامین جریدۂ امارت اور نقیب میں برابر شائع ہوئے ہیں، لیکن جب کسی نے مفید مقصد مسودۂ قانون پیش نہیں کیا توحضرت مولانانے خود انفساخ نکاح مسلم کا مسودۂ قانون مرتب کر کے نقیب میں شائع کرایا، اور جمعیۃ علماء ہند کو توجہ دلائی، چنانچہ پھر جمعیۃ علماء ہند نے ایک مسودۂ قانون انفساخ نکاح مسلم مرتب کیا، اور ارکان اسمبلی کو پیش کرنے کی ہدایت کی، لیکن یہ مسودۂ قانون جب قانون بن کر منظور ہوا، تو اس میں ایسی ترمیم کر دی گئی تھی جس سے یہ قانون مسلمانوں کے لئے شرعاً غیر مفید ہو گیا۔ حضرت مولاناؒ کے حسب ہدایت میں نے اس کے خلاف مضامین لکھے، خود حضرت مولاناؒ نے جمعیۃ علماء ہند کو اس میں ترمیم کرانے کی طرف توجہ دلائی اور جمعیۃ علماء

-----حواشی-----

137 ۔ محاسن سجاد ص ۹۵ مضمون جناب راغب احسن صاحب۔

ہند نے اس قانون کی مذمت اوراس میں ترمیم کی تجویز پیش کی ،اور بالآخر ایک ممبر نے پھر اس میں ترمیم کی تجویز مرکزی اسمبلی میں پیش کردی ۔۔۔۔۔غرض حضرت مولاناؒ کا مقصد مجالس مقننہ کے انتخاب میں حصہ لینے سے غیر شرعی قوانین کی تنسیخ اور شرعی معاملات کی تنفیذ کی سعی تھی، اوراس سے انہوں نے کسی وقت بھی غفلت نہیں برتی[138]۔

واردھا تعلیمی اسکیم کی مخالفت

☆واردھا تعلیمی اسکیم کی جس قدر مولانا نے مخالفت فرمائی اوران کی نگرانی میں امارت شرعیہ نے انجام دی وہ کسی نے نہیں کی،اس کی تفصیل امارت شرعیہ کی مطبوعہ رپورٹ میں موجود ہے،جو مولانا عثمان غنی صاحب نے مرتب کی تھی[139]۔

اس کی تھوڑی تفصیل شاہ محمد عثمانی صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

"کہ انگریزوں نے ہندوستان میں سیکولر طرز کی تعلیم گاہیں قائم کیں جن میں مذہبی تعلیم نہیں ہوتی تھی ، سرکاری ملازمتیں اسی طرز کے اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغین کو ملتی تھیں، علمائے دین نے ان سرکاری تعلیمی اداروں کے متوازی دینی تعلیم گاہیں قائم کیں،وسائل کی کمی کی وجہ سے انگریزی زبان اور سائنس وٹکنالوجی کوان تعلیم گاہوں میں نہیں رکھا،یہ تعلیم گاہیں عام مسلمانوں کے چندوں سے چلتی رہیں،جن مسلمانوں کو دینی تعلیم کا شوق ہوتا وہ ان آزاد دینی مدارس میں تعلیم پاتے جن سے نکل کر ان کے لئے اپنے معاشی مسائل کا حل کرنا مشکل ہو جاتا اور جن کو مذہبی تعلیم کا شوق نہ ہوتا وہ ان سیکولر اسکولوں میں داخل ہو تے جن سے نکل کر ملازمتوں کے ذریعہ وہ اپنے معاشی مسائل حل کر لیتے،سائنس

-----حواشی-----

138 -حیات سجاد ص ۱۴۴ مضمون مولانا عثمان غنی صاحب۔

139-حیات سجاد ص ۱۴۵ مضمون مولانا عثمان غنی صاحب۔

اور ٹکنالوجی کا رواج ان اسکولوں میں بھی بہت کم تھا، بہت سے مسلمان اپنے بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم بھی نہ دیتے اور ان کو اسکولوں میں داخل کر دیتے، میں نے ہائی اسکول کے ایسے مسلمان طلبہ کو دیکھا جو یہ بتا نہ سکے کہ قرآن کس کی کتاب ہے؟ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے پیغمبر ہیں یا نہیں؟ جب مولانا سجادؒ کو ایسے واقعات معلوم ہوئے تو انہوں نے سوچا کہ اسکولوں میں لازمی ابتدائی تعلیم کا نظم ہونا چاہیے۔ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو گاندھی جی نے ڈاکٹر ذاکر صاحب کی صدارت میں ابتدائی تعلیم کی اسکیم تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی بنائی، اس نے جو رپورٹ دی اس کو واردھا اسکیم کہتے ہیں۔ اس موقع پر مولانا سجادؒ نے مسلمانوں کے لئے لازمی بنیادی تعلیم کی آواز بلند کی، خود ڈاکٹر ذاکر صاحب کو اس پر انشراح نہ ہوا، لوگ یہ کہتے تھے کہ مذہبی اختلافات کی موجودگی میں بنیادی مذہبی تعلیم کا نصاب تیار کرنا مشکل ہے۔ ذاکر صاحب سرے سے اس کے خلاف تھے کہ مذہبی تعلیم حکومت کے ہاتھوں میں ہو، بلکہ وہ تو سب ہی طرح کی تعلیم کو حکومت کے اثر سے آزاد رکھنے کے حامی تھے۔ مولانا سجادؒ کہتے تھے کہ وہ ایسا نصاب تیار کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں جس سے مسلمانوں کے کسی فرقہ کو اختلاف نہیں ہو گا۔ باقی رہا مذہبی تعلیم کا حکومت کے ہاتھوں میں ہونا تو وہ بھی اس کو پسند نہیں کرتے ہیں، لیکن اس کا کیا علاج ہے کہ مسلمانوں پر دنیاداری اس درجہ غالب ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ابتدائی تعلیم دیئے بغیر اسکولوں میں داخل کر دیتے ہیں، چنانچہ مولاناؒ نے ہتھیار نہیں رکھا اور انہوں نے سب سے پہلے اپنی جماعت جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ سے یہ مطالبہ منظور کرایا۔ اس کے بعد یہ مطالبہ گاندھی جی کے سامنے رکھا گیا، گاندھی جی کو اس سے اختلاف نہ تھا کہ مسلمان چاہتے ہیں تو ان کے بچوں کی مذہبی تعلیم کا نظم حکومت کرے، لیکن شاید ان کے سامنے مشکل یہ تھی کہ اگر ایسا ہوا تو ہندوؤں کی طرف سے بھی ایسا مطالبہ ہو گا اور اگر ان کا مطالبہ بھی منظور کیا گیا تو ملک میں

توہمات کا زور ہو جائے گا[140]۔

مولانا سجادؒ کی بعض سیاسی پیش گوئیاں–اور زندۂ جاوید نظریات

☆اور ایک بڑی خصوصیت جو ان کو تمام معاصر سیاست دانوں پر امتیاز عطا کرتی ہے یہ تھی کہ ان کی سیاست ایک زندہ سیاست تھی، ان کے سیاسی افکار و نظریات کی حیاتیت ان کی وفات کے برسوں بعد بھی آج قائم ہے، دہائیاں گذر جانے کے بعد بھی ان کی معنویت اس قدر ترو تازہ ہے کہ آج کے حالات میں وہ سیاسی پیش گوئیاں معلوم ہوتی ہیں، وہ حالات وواقعات کو حال کی آنکھوں سے نہیں بلکہ مستقبل کی دور بیں نگاہوں سے دیکھتے تھے، معروف مؤرخ و مبصر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے الفاظ مستعار لیتے ہوئے جو انہوں نے خود حضرت مولانا سجادؒ ہی کے لئے کہے تھے:

"وہ بدلتے ہوئے ہندوستان کو اپنی چشم بصیرت سے اس طرح دیکھ رہے تھے جیسا کہ ہم میں سے بہت سے لوگ اس وقت چشم بصارت سے بھی نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔ وہ اقبالؔ کی زبان میں اس وقت زبان حال سے گویا تھے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی[141]

آپ کے کئی تذکرہ نگاروں نے آپ کے بعض سیاسی نظریات نقل فرمائے ہیں، جن کو ان کی سیاسی پیش گوئیاں بھی کہا جاسکتا ہے، اور جو ان کی بے نظیر سیاسی بصیرت کی آئینہ دار ہیں۔ اس کے کچھ نمونے یہاں پیش کئے جاتے ہیں مثلاً:

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ نے آپ کی ایک تقریر کے کچھ اقتباسات نقل فرمائے ہیں، جن میں آپ کے بعض سیاسی نظریات و تجربات کی تصویریں موجود ہیں، مفتی صاحبؒ تقریر کا پس منظر بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

-----حواشی--

140 -ٹوٹے ہوئے تارے از شاہ محمد عثمانی، ص ۱۰۲

141 -امارت شرعیہ دینی جدوجہد کا روشن باب ص ۲۳ مرتبہ: حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب، مقدمہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ۔

☆ اجلاس کے دن قریب آئے، تو حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ خود تشریف لے آئے اور مدرسہ میں قیام فرمایا۔ مولاناؒ کی آمد ہم طلبہ کے لئے بڑی نعمت تھی، اب مولاناؒ کو قریب سے دیکھا اوران کی خدمت حصہ میں آئی۔ بہت سے خواص آپ سے ملنے آتے تھے، ہندوستان کی آزادی پر روشنی ڈالتے تھے، ہم طلبہ ان کی باتوں کو پورے غور سے سنتے تھے[142]۔

انگریز نے منصوبہ بند طور پر بعض غیر مسلموں کو کھڑا کیا

(ا)ہندوستان کے غیر مسلموں کے لئے بھی سوال ہوا کرتے تھے۔ حضرت نائب امیر شریعتؒ بتاتے تھے کہ اس ملک پر ہم مسلمانوں کی حکمرانی تھی، انگریزوں نے اس ملک کو ہم سے چھینا ہے اور حکومت کے قدم جمانے کے لئے بہت سارے علماء کرام اور دوسرے ممتاز مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام کیا ہے، اس لئے ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ انگریزوں کو یہاں سے نکالیں اور ملک کو آزاد کرائیں، غیر مسلم بھائیوں کو بھی ہم نے اس جنگ آزادی میں شریک کیا، خلافت کی تحریک جس وقت یہاں عروج پر تھی، انگریزوں نے جانے کے لئے بوریا بستر باندھ لیا تھا وائسرائے ہند نے غیر مسلم لیڈروں کو بلاکر سمجھایا کہ ہم گئے اور مسلمان پھر حکمران بن گئے، تم غلام کے غلام ہی رہو گے، اس لئے تم مسلمانوں اور ہندؤں میں تفریق پیدا کرو اور حکمراں بننے کی تیاری میں لگ جاؤ چنانچہ شدھی سنگھٹن کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور انگریزوں کے بندھے ہوئے بستر کھل گئے، اس طرح انگریزوں کو کچھ دن حکومت کا موقع مل گیا[143]۔

-----حواشی---

142 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰(مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

143 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰(مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے فسادات ہونگے

(۲)مولانا مرحوم نے ایک مجلس میں یہ بھی بتایا کہ آزادی جب قریب آئے گی تو ہندو مسلم زبردست فساد ہو گا، تاکہ مسلمان ہندوؤں سے مرعوب اور خوف زدہ ہو جائیں، اگر اس وقت مسلمان منظم نہیں ہوئے تو پٹ جائیں گے [144]۔

چھوٹی چھوٹی مسلم آبادیاں ایک جگہ آباد ہو جائیں

(۳)یہی وجہ ہے کہ میں مسلمان زمین داروں سے کہتا ہوں کہ تم بکھرے ہوئے مسلمانوں کو یکجا کر لو اور چھوٹی چھوٹی مسلم آبادی کو اپنے یہاں بلالو ، اس طرح تمہاری بھی حفاظت ہو جائے گی اور ان غریب مسلمانوں کی بھی، مگر میری یہ باتیں کسی کی سمجھ میں ابھی نہیں آرہی ہیں، مگر وقت آنے پر دیکھوگے کہ یہ پچھتائیں گے اور ان کا بہت بڑا جانی ومالی نقصان ہو گا۔

چنانچہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ۱۹۴۶ء میں ہندو مسلم سخت فساد برپا ہوا ،چھپرہ شہر سے شروع ہوا اور پٹنہ ضلع کے دیہاتوں میں پھیل گیا اخبار نقیب کی رپورٹ کے مطابق فساد میں چالیس (۴۰) ہزار مسلمان شہید ہوئے اور سینکڑوں مسلمان بستیاں ویران ہو گئیں اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔۔۔۔ [145]

مولانا تیس (۳۰) سال آگے کا پلان بناتے تھے

(۴)اس سے ہم نے سمجھا کہ حضرت مولاناؒ بڑے دور اندیش اور معاملہ فہم تھے اور تیس (۳۰) سال بعد جو کچھ ہونے والا تھا اس کو پہلے سمجھتے تھے مولانا اپنی مجلس میں

۔۔۔۔۔حواشی۔۔۔۔۔

144 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰ (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

145 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰ (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

فرماتے تھے کہ انگریزوں کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے تیس (۳۰) سال پہلے سے اس کا پلان تیار کرتے ہیں اس لئے ہم لوگوں کو تیس (۳۰) سال آگے کے مسائل کو سامنے رکھ کر اقدام کرنا چاہیئے۔

اس وقت مولاناؒ کی بہت ساری باتیں ذہن اور دماغ میں گونج رہی ہیں مگر اس وقت ان سب کا بیان مناسب نہیں ہو گا اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں افسوس یہ ہے کہ مولاناؒ کا آزادی سے بہت پہلے انتقال ہو گیا[146]۔

آزادی کے وقت اگر مولانا زندہ ہوتے۔۔۔

(۵) یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کی نظر ان تمام چیزوں پر تھی جو آئندہ آزاد ہندوستان میں ہونے والا تھا اور جن کو آپ اور ہم آزادی کے بعد کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، اگر مولانا آزادی کے وقت زندہ ہوتے تو ان حالات کے لئے ضرور کوئی تدبیر سوچتے اور مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا نہ ہونے پاتا[147]۔

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ کا بھی یہی احساس تھا، مولانا شاہ محمد عثمانی نقل فرماتے ہیں:

"مولانا حفظ الرحمن صاحب فرماتے تھے کہ افسوس آزادی سے بہت پہلے مولانا سجاد کا انتقال ہو گیا ورنہ وہ مسلمانوں کے مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیتے اگر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کا کوئی حل نہ نکالتے تو بہار کا مسئلہ ضرور حل کر لیتے، نہ صرف مولانا حفظ الرحمن بلکہ تمام علماء مولانا کی صلاحیتوں کے بے حد معترف

-----حواشی---

146 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰ (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

147 ۔حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص۳۸۱تا۳۹۰ (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ۱۹۹۹ء) مضمون حضرت مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ۔

تھے[148]۔

کچھ انگریزی داں علماء پارلیامنٹ اورا سمبلیوں میں پہونچیں

(٦)حضرت مولاناؒ کی رائے تھی اوراس کی پر زور دعوت دیتے تھے کہ علماء کاایک طبقہ ایسا ہونا چاہئے جو انگریزی وغیرہ سے واقف ہو اور وہ پارلیمانی سیاست میں حصہ لے اور پارلیامنٹ اورا سمبلیوں میں اسلام اور مسلمانوں کی ترجمانی کرے، یہ کام غیر علماء سے نہیں ہو سکتا، اگر ایسا نہیں ہوا تو مسلمانوں کا سخت قومی نقصان ہو گا، حضرت مفتی محمد ظفیرالدین صاحبؒ نے آپ کی ایک تقریر کا یہ اقتباس نقل کیاہے کہ:

"مولاناؒ نے اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ ذہین مولویوں کو انگریزی پڑھنا چاہئے ، تاکہ اسمبلی اور پارلیامنٹ میں ان کو بھیجا جائے، جہاں قانون سازی ہو گی، اگر ایسا نہ ہوا تو مسلمان بڑے خسارے میں رہیں گے، انگریزی داں کی نظر نہ شرعی مسائل و احکام پر ہوتی ہے، اور نہ وہ اس راہ میں مضبوط ہوتے ہیں، وہ صحیح نمائندگی نہیں کر پاتے ہیں، وہ دنیاوی رو میں بہہ جاتے ہیں"[149]

مولاناؒ کے اس نظریہ کی صداقت و معنویت آج واضح طور پر محسوس ہوتی ہے، پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے جس طرح آزادانہ قانون سازی ہو رہی ہے، اگر انگریزی زبان وبیان سے آشنا، علوم جدیدہ سے واقف اور عصری سیاست کی سمجھ رکھنے والے علماء کی ایک جماعت وہاں موجود ہوتی تو اس فتنہ کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔۔۔۔ مگر افسوس! حضرت مولانا سجادؒ نے آج سے تقریباً سو(١٠٠)سال قبل جس خطرہ کی وارننگ دی تھی وہ آج ہمارے سامنے ہے، اب بھی ہمارے لئے موقعہ ہے کہ ہم آئندہ کی تیاری کریں ورنہ آنے والا وقت (الامان والحفیظ) اس سے بھی زیادہ بھیانک ہو گا۔۔۔ پھر تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی۔الیس منکم رجل رشید

-----حواشی---

148 -ٹوٹے ہوئے تارے ص١٠٢ از شاہ محمد عثمانی۔

149 -حضرت مولانا محمد سجاد-حیات وخدمات ص٣٨٤ (مجموعۂ مقالات مولانا سجاد سیمینار پٹنہ ١٩٩٩ء)مضمون حضرت مفتی محمد ظفیرالدین مفتاحیؒ۔

سمجھوتہ کے بغیر کسی غیر مسلم پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنا مناسب نہیں

(۷)مولاناؒ کا ایک نظریہ بھی تھا کہ کسی غیر مسلم پارٹی کے ٹکٹ پر مکمل سمجھوتہ اور اطمینان کے بغیر مسلمان امیدوار کو الیکشن نہیں لڑنا چاہیئے، ورنہ امیدوار عموماً اپنے قومی و مذہبی مسائل کے لئے پارٹی مفادات کے سامنے مجبور رہے گا، حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ نے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ:

"کانگریس کے قبول وزارت کے بعد ہم لوگوں کو مولاناؒ کے اس عقیدہ کی صحت کا کافی ثبوت ملا کہ مکمل سمجھوتہ کے بغیر مسلمانوں کو کانگریس ٹکٹ پر اسمبلی نہ جانا چاہیئے"[150]

جداگانہ معاشرتوں کے لئے جداگانہ قوانین

(۸)مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

☆مولاناؒ کا یہ بھی نظریہ تھا کہ ہندو اور مسلمانوں کی دو جداگانہ معاشرتیں ہیں، اس لئے ان کی اصلاح بھی جداگانہ قوانین کے ذریعہ ہونی چاہیئے،۔۔ مولاناؒ اس بات کے لئے برابر کوشاں رہے کہ یہ اصول اسمبلی میں رواج پاجائے، مولاناؒ کا یہ بھی خیال تھا کہ اصولاً ایک فرقہ کے معاشرتی قانون میں دوسرے فرقہ کے رکن کو ووٹ دینے کا بھی حق نہ ہونا چاہیئے[151]۔

ہندستان کی آزادیٔ کامل کا نظریہ

(۹)حضرت مولانا سجاد صاحبؒ ہندستان کی آزادیٔ کامل کے اولین داعی و محرک تھے ، جس وقت دوسری جماعتیں ملک کی آزادی کے مطالبہ پر ابھی غور وخوض کر رہی تھیں، مولاناؒ کا آزادیٔ کامل کا نظریہ طشت از بام ہو چکا تھا، مولاناؒ کانگریس کو دوسری سیاسی جماعتوں کے مقابلے میں اسی لئے زیادہ عزیز رکھتے تھے کہ اس نے کھل کر حضرت مولانا سجادؒ کے نظریۂ آزادی کی حمایت کی تھی، حضرت سجادؒ کے

-----حواشی-----

150 ۔حیات سجاد ص ۱۷۲ مضمون حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب۔

151 ۔محاسن سجاد ص ۱۷۲ تا ۱۷۵ مضمون مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ۔

اولین تذکرہ نگار مولانا عظمت اللہ ملیح آبادی لکھتے ہیں:

" مولانا ہندستان کو مکمل طور پر آزاد دیکھنا چاہتے تھے، تحریک " آزادی کامل " کے محرک مولانا ہی تھے ۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ دوسری جماعتیں آزادی کامل کے مطالبہ پر غور کررہی تھیں[152]۔

گرفتاری کے لئے اپنے کو پیش کرنا مناسب نہیں

(۱۰) مولانا نے ملک کی آزادی کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں ،سول نافرمانی کی تحریک میں بھی پیش پیش رہے، کبھی گرفتاریوں سے خوفزدہ نہیں ہوئے البتہ مولاناؒ کا نظریہ تھا کہ خود سے گرفتاری کے لئے اپنے کو پیش کرنا مناسب نہیں، لیکن اگر گرفتار کرلیا جائے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، شاہ محمد عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

"مولانا کہتے تھے کہ اپنے کو گرفتاری کے لئے پیش کردینا کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔ حکومت کے خلاف کام کئے جاؤ، ڈرو نہیں ، اگر گرفتار کرلیا جائے تو کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے اور جیل خانے سے نہیں ڈرنا چاہیئے، ہندوستان کی آزادی اور انگریزوں کو نکالنے کے جذبہ سے مولاناؒ بھی اپنے ہم عصروں کی طرح سرشار تھے[153]۔

یہ بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے بانی حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجادؒ کے چند سیاسی نظریات تھے، اگر حضرت مولاناؒ کی تمام سیاسی تحریرات اور فائلوں کا مطالعہ کیا جائے تو کچھ اور چیزیں بھی مل سکتی ہیں۔

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی حضرت مولانا سجادؒ کے بعد

حضرت مولانا سجاد صاحبؒ کے وصال کے بعد " بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی " کی صدارت پر جناب قاضی احمد حسین صاحب فائز ہوئے، ۲۱/ جون ۱۹۴۲ء (۶/ جمادی الثانیہ ۱۳۶۱ھ) کو پارٹی کی

-----حواشی-----

152 ۔حیات سجاد ص ۶ مرتبہ مولانا عظمت اللہ ملیح آبادیؒ

153 ۔ٹوٹے ہوئے تارے از شاہ محمد عثمانی، ص ۱۰۲

مجلس عاملہ کا جلسہ زیر صدارت نواب تجمل حسین صاحب بارایٹ لاء پھلواری شریف میں منعقد ہوا، جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت کی:

۱-مولاناعبدالصمد رحمانیؒ

۲-نواب تجمل حسین صاحب

۳-مسٹر یونس بیرسٹر

۴-مولاناسید منت اللہ صاحب

۵-مولانا خلیل احمد صاحب ایڈوکیٹ

۶- قاضی احمد حسین صاحب

۷-مولانا یسین صاحب

۸-عبدالباری فاطمی صاحب

۹-زکریا فاطمی صاحب

اسی مجلس میں جناب خلیل احمد بیرسٹر جج کی تجویز اور مولاناسید منت اللہ رحمانی کی تائید پر قاضی صاحب کو صدر منتخب کیا گیا[154]۔

اس طرح حضرت مولاناؒ کے مخلصین آپ کے بعد بھی کچھ دنوں تک اس سیاسی یادگار کو اپنے سینے سے لگائے رہے، پھر ملک میں حالات تبدیل ہوئے، ذہنوں میں انقلاب آیا اور غیر مسلم ہندوستان میں مسلمانوں کا یہ عظیم سیاسی پلیٹ فارم قصہ ماضی بن گیا۔ رہے نام بس اللہ کا۔

-----حواشی---

154 ۔ حسن حیات ص ۸۴،۸۵